

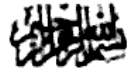
المحدثین غیر مقلدین کے تقلید کے متعلق اعتراضات
کا
مکمل مفصل مدلل اور مسکت جواب

تقلید شخصی ضروری ہے

مُصَنَّف

مولانا قطب الدین احمد ضوی بریلوی





يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ
جس دن ہر جماعت کو ہم اسکے امام کے ساتھ بلائیں گے (القرآن)

اہل حدیث غیر مقلدین کے تقلید ائمہ سے متعلق
اعتراضات کا مکمل مفصل و مدلل و مسکت جواب

بنام

تقلیدی ضروری ہے

لطیفیہ بک ڈپو

دوکان نمبر ۱۱ محمد علی روڈ، مومن پورہ، ناگپور

M. 9404584631, 9371095545

مرتبہ

مولانا تطہیر احمد رضوی بریلوی

شائع کردہ

اسلامی کتب خانہ

رضا مارکیٹ، دھوزہ، بریلی (یو پی) پن 243204

نوٹ:

اس کتاب کو بغیر کسی تبدیلی و تصرف کے اجازت لے کر جو صاحب چاہیں چھپوا سکتے ہیں

نام کتاب :	تقلید شخصی ضروری ہے
مرتب :	مولانا تظہیر احمد بریلوی
تصحیح :	مولانا تنظیم احمد رضوی
مدرسہ :	مدرسہ رضویہ برکات العلوم ہسوان، ضلع بدایوں
کیپوزنگ :	افضل حسین ستوی، دہلی Mob. 09868594259
سن طباعت :	چوتھا جدید ایڈیشن ۲۰۱۲ء / ۱۴۳۵ھ
تعداد :	۲۲۰۰
ہدیہ :	Rs /-

نوٹ: یہ کتاب ہندی زبان میں بھی شائع ہو چکی ہے

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ رضویہ درگاہ اعلیٰ حضرت، محلہ سوداگران بریلی (یو پی)	☐
کتب خانہ امجدیہ نمیا محل جامع مسجد دہلی	☐
حارث بکڈ پو، بدھ بازار، ٹنڈن مارکیٹ مراد آباد (یو پی)	☐
قادری کتاب گھر، نو محلہ مسجد بریلی (یو پی)	☐
رحمانی کتب خانہ میان ٹولہ تالہ اسٹریٹ، بریلی (یو پی)	☐
قومی کتب خانہ، بڑا بازار، بریلی (یو پی)	☐
خولجہ بک ڈپو، نمیا محل، جامع مسجد، دہلی	☐

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	پہلے اسے پڑھئے (مقدمہ)	۸
۲	اہل حدیث عالم کی بدگوئی اور تقلید کو پلید کہنا	۹
۳	تقلید کس پر واجب ہے اور کس پر نہیں	۱۰
۴	فرمان رسول کہ بڑے گروہ کی پیروی کرو	۱۱
۵	چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں سے بچو اور بڑی جماعت کے ساتھ رہو	۱۲
۶	اہل حدیث مولویوں کے نزدیک سب مسلمان مشرک ہیں	۱۲
۷	اہل حدیث غیر مقلد ہو کر بھی اپنے مولویوں کے مقلد ہیں	۱۲
۸	تقلید اس پر واجب ہے جس کو تقلید کی ضرورت ہو ایک مثال کے ذریعہ اس کی وضاحت	۱۳
۹	بغیر ڈاکٹروں اور وکیلوں کی مدد کے کیا صرف کتابیں دیکھ کر مقدمے لڑے جاسکتے ہیں اور علاج و آپریشن کئے جاسکتے ہیں؟	۱۵
۱۰	مسئلہ تقلید سمجھانے کے لئے نماز باجماعت کی مثال	۱۵
۱۱	چند مسائل کہ جن کا ذکر صراحۃً قرآن و حدیث میں نہیں	۱۷-۱۸

۱۲	عوام میں جھگڑا اور اختلاف تقلید کا انکار کرنے سے ہوتا ہے نہ کہ تقلید کرنے سے	۲۰-۱۹
۱۳	تقلید شخصی پر اعتراضات کے جوابات	۲۲
۱۴	جو حضرات ائمہ اربعہ سے قبل ہوئے اور ان سے افضل ہیں ان کی تقلید کیوں نہیں؟	۲۲
۱۵	انحصار تقلید صرف چار اماموں میں کیوں ہے اس امر کی توجیہ	۲۵
۱۶	احادیث کی مشہور کتابوں کے مصنف سب امام اعظم کے بعد کے ہیں	۲۸
۱۷	ایک مثال کہ سمندر سے جتنی نہریں نکلیں سب میں پانی ایک ہی طرح کا ہوگا	۳۰
۱۸	از روئے حدیث مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے والے کیلئے قتل کا حکم	۳۱
۱۹	تقلید شخصی کی اصطلاحی تعریف	۳۱
۲۰	آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم کے معنی کی توجیہ اور اہلحدیث کی غلط فہمی	۳۱
۲۱	قرآن میں سب کچھ ہے لیکن اس کو حاصل کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں	۳۲
۲۲	سمندر کے موتیوں کی مثال	۳۲
۲۳	حضرت عمر کا فرمان کہ سود کی تفسیر بیان ہونے سے رو گئی	۳۳
۲۴	جمعہ میں دواذانیں حضرت عثمان غنی کے زمانے سے رائج ہوئیں اس سے قبل ایک تھی	۳۳
۲۵	عورتوں کو مساجد سے حضرت عمر کے زمانے میں روکا گیا	۳۵
۲۶	اگر تقلید بدعت و گمراہی ہے تو خود صرف یہاں تک کہ علم اصول حدیث بھی بدعت ہے	۳۷

۲۷	مشائخ و علماء کی بیرونی دین مکمل ہونے کے منافی نہیں	۳۸
۲۸	اليوم اكملت لكم دينكم کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال	۴۰
۲۹	ائمہ کرام نے اپنا مذہب قرآن و حدیث بتایا ہے لہذا ان کا مقلد بھی قرآن و حدیث کا پیروکار ہوا	۴۲
۳۰	ایک مثال کہ جدہ رائجن جائے گا ڈبے بھی ادھر جائیں گے	۴۳
۳۱	اجماع کی تعریف اور اجماع سے وجوب تقلید کا ثبوت	۴۳
۳۲	شاہ ولی اللہ صاحب کا اعلان کہ دو صدی کے بعد دنیا کے سب مسلمان مقلد تھے	۴۴
۳۳	کسی ایک کا مقلد ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ باقی مذہب باطل ہیں	۴۶
۳۴	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مختلف گروہوں کو حق پر فرمایا	۴۷
۳۵	اختلاف کتب احادیث میں بھی ہے	۴۸
۳۶	احادیث میں اختلاف کے کچھ شواہد	۵۱
۳۷	اختلاف، احادیث کی بعض وجوہات	۵۲
۳۸	باوجود اختلاف کے حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ دونوں کا احترام ضروری ہے	۵۷
۳۹	اس سوال کا جواب کہ کتب فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب نہیں	۵۹
۴۰	الہدایت کے اس سوال کا جواب کہ خلفاء اربعہ کے بجائے ائمہ اربعہ کی تقلید کیوں کی گئی	۵۹
۴۱	الہدایت کا اقرار کہ ائمہ اربعہ قرآن و حدیث سے مسائل لیتے رہے	۶۰

۲۱	خانہ کعبہ میں چار مصلے بچھائے جانے کو بدعت کہنے کا شاندار جواب	۴۲
۲۲-۲۳	جمع قرآن کی حدیث اور سیدنا صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور زید بن ثابت کے نزدیک ہر نیا کام بدعت و گمراہی نہیں	۴۳
۲۶-۲۷	آیات قرآنیہ اور احادیث مصطفیٰ سے تقلید کا ثبوت	۴۴
۲۷	تقلید کے لئے چاروں اماموں میں کسی ایک کا تعین کیوں کر ہوگا؟	۴۵
۲۸	ایک اور جاہلانہ سوال کہ چاروں مذہب حق ہیں تو چاروں پر عمل کیا جائے ورنہ حق کی تین چوتھائی چھوٹ جائے گی	۴۶
۲۹	چاروں میں حرام و حلال کا فرق ہے پھر بھی چاروں حق کیسے ہو گئے؟	۴۷
۸۰-۸۱	مجتہد خطا میں بھی ماجور ہے احادیث سے اس کا ثبوت	۴۸
۸۲-۸۳	صحابہ کرام کے مابین اختلاف کے چند شواہد	۴۹
۸۹	الہمدیث مطعون کیوں ہیں	۵۰
۹۲	کیا دور صحابہ و تابعین میں تقلید مطلقانہ تھی؟	۵۱
۹۳	تقلید کے وجوب کا علم کیوں کر ہوا؟	۵۲
۹۶-۹۷	واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے اس بارے میں شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک عبارت جس نے مذہب الہمدیث کی کمر توڑ دی	۵۳
۱۰۲	اہلسنت و جماعت کی تعریف	۵۴
۱۰۳	ایک جاہلانہ سوال کا جواب کہ قیامت کے دن حمد الہی کا جھنڈا حضور کے ہاتھ میں ہوگا یا اماموں کے؟	۵۵
۱۰۵	احادیث سے اس بات کا ثبوت کہ شفاعت، خاصہ انبیاء کرام نہیں بلکہ بعض امتی بھی شفاعت فرمائیں گے	۵۶

تقلید میں ضروری ہے

۵۷	مقلد کے پاس صحیح حدیث پہنچے اور وہ اس کے امام کے قول کے خلاف ہو تو کیا کرے؟	۱۰۷
۵۸	الہدیت کے پیشوا نواب صدیق حسن خاں کا اقرار کہ امام بخاری اور امام ترمذی مقلد تھے	۱۱۱
۵۹	شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی امام بخاری کو مقلد مانا	۱۱۱
۶۰	الہدیت کے رد میں اعلیٰ حضرت بریلوی کی چند کتابوں کا ذکر جن کا جواب آج تک نہیں	۱۱۲
۶۱	پہلی صدی میں تقلید تھی یا نہیں؟ مجتہد کے لئے تقلید نہیں	۱۱۳
۶۲	بانی وہابیت شیخ محمد ابن عبدالوہاب مقلد تھے	۱۱۵
۶۳	مولوی اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ ان کے پیر سید احمد کا ہاتھ خدا نے اپنے ہاتھ میں لے کر امور قدسیہ عطا کئے۔	۱۱۵
۶۴	الہدیت مولوی کی سوالات دہرانے کی عادت	۱۱۷
۶۵	جماعت الہدیت سے کچھ سوالات جن کا جواب ان پر لازم ہے	۱۱۸-۱۲۷





پہلے اسے پڑھئے!

ابھی چند روز قبل ایک کتابچہ بنام ”کیا تقلید شخصی ضروری ہے؟ پڑھنے کا اتفاق ہوا جو مشہور زمانہ اہلحدیث مولوی محمد جونا گڑھی کی تصنیف اور جناب مولوی رضاء اللہ عبد الکریم صاحب مدنی کی تقدیم و پیشکش کے نتیجے میں فرقہ اہلحدیث کے مرکزی ادارے مکتبہ دار القلم المعہد الاسلامی السلفی رچھا ضلع بریلی کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ کتابچہ میں تقلید شخصی پر جو کہ بزرگان دین و عامۃ المسلمین کا شیوہ رہا ہے وہی لچر پڑانے اور مکڑی کے جال سے زیادہ کمزور چند اعتراضات کئے ہیں کہ علماء حق بارہا اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ جن کے جوابات دے چکے ہیں اگر علمائے اہلسنت کی کتب دیکھ لیتے تو ان سارے اعتراضات کے جوابات کی بھرمار نظر آتی لیکن وہاں تو ہمیشہ سے عوام کو گمراہ کرنا مقصود رہا ہے جیسا کہ عام طور سے اس جماعت کی یہ عادت دیکھی گئی ہے کہ علماء کے سامنے سے کتراتے ہیں اور عوام میں قرآن و حدیث سناتے ہیں۔

کتابچہ میں جس گھناؤنی زبان کا استعمال کیا گیا ہے وہ بھی اسی جماعت کے شایان شان ہے۔ حیرت بالائے حیرت کہ جماعت اہلحدیث جو کسی کو برا بھلا نہ کہو۔ کی رٹ لگائے ہوئے ہے اس کے ایک ذمہ دار عالم مولوی رضاء اللہ صاحب مدنی اسی کتاب کی تقدیم میں لکھتے ہیں ”اور یہ ساری خرابی تقلید پلید کے سبب مسلمانوں میں پیدا ہوئی۔“

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خانوادے کو تباہ و برباد کرنے والے یزید کے ساتھ لفظ پلید لکھنے اور بولنے کا معمول رہا ہے لیکن مولوی صاحب نے تقلید جیسے امر دینی کو پلید کہہ کر دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری تذلیل و تحقیر کی ہے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ اور آپ اہل حدیث بھی نہ رہے کیوں کہ تقلید کو پلید کہہ کر آپ نے امت کے ہزاروں بڑے بڑے علماء، ائمہ، اولیاء کو گندی گالی دے ڈالی جو سب کے سب مقلد ہوئے ہیں اور صحیح مسلم میں ہے:

”عن عبد الله بن المبارك يقول على رؤس الناس دعوا حدیث عمرو بن ثابت فانه كان يسب السلف“
حضرت عبد اللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ وہ علی الاعلان کہتے تھے کہ عمرو بن ثابت کی بیان کردہ حدیث قبول نہ کرو کیوں کہ وہ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے والا ہے۔

صحیح مسلم جلد نمبر ۱، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء ص ۱۲
اور بزرگوں کی گستاخی بے ادبی انہیں برا بھلا کہنا آپ کی جماعت کا عام طریقہ ہے بلکہ جماعت کی بنیاد ہی اسی پر ہے اگر آپ طلب کریں گے تو ہم ان آپ کی گستاخیوں، گالیوں کی لمبی فہرست پیش کر دیں گے۔

بہر حال یہ دشنام طرازی ان کو مبارک ہم بقول کسے (گر پائے کسے سگے گزیدہ سگ رانتوں عوض گزیدن) کے بموجب اصل کتاب کے جواب کی طرف ہی توجہ دیں گے اور ان کی اس بدگوئی کا کوئی جواب نہ دیں گے۔ ہم نے اس مضمون میں اس بات کا بھی التزام رکھا ہے کہ ان لوگوں کو ان کے خود ساختہ نام جماعت اہل حدیث ہی سے خطاب کیا جائے کیونکہ غیر مقلد کہنے سے یہ لوگ

ناراض ہوتے ہیں حالانکہ یہ بھی عجیب بات ہے کہ ہم تقلید کے قائل ہیں ہمیں مقلد کہا جائے تو ہمیں خوشی ہوتی ہے یہ لوگ تقلید کے مخالف ہیں انہیں لفظ غیر مقلد سن کر مسرور ہونا چاہئے مگر صفحہ ہستی پر ایسے لوگ بھی کم دیکھے گئے ہوں گے جنہیں خود اپنے ہی نام سے چڑھ ہو اس موقع پر اہل خرد کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اپنے نام کا ظاہر ہو جانا کن لوگوں کو ناگوار ہوتا ہے۔

بہر حال ان سب باتوں کا خیال اس لئے رکھا جا رہا ہے کہ ہمیں احقاق حق منظور ہے نہ کہ کسی کی دل آزاری اور یہ بھی خطرہ ہے کہ ہمیں کہیں اس تحریر کا جواب صرف یہ کہہ کر نہ دیا جائے کہ فلاں مولوی نے گالیاں دی ہیں کیوں کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب علمائے اہلسنت اپنی تقریر اور تحریرات میں قرآن و حدیث سے دلائل کے انبار لگاتے ہیں تو یہ صرف ایک بات میں سب کا جواب دیتے ہیں کہ ”بہت گالیاں دی ہیں اور بہت بُرا بھلا کہا ہے“۔

کتنی آسان رہی معرکہ آرائی آج

رہی تقلید ائمہ دین تو وہ ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ اس کے وجوب پر یقین کرنے کے لئے غور و فکر اور دلائل کی حاجت نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ امت کے سارے لوگ قرآن و حدیث کو نہیں سمجھ سکتے اور نہ اس سے مسائل دینیہ کا استنباط کر سکتے ہیں یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ ہر کس و نا کس کو قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے پر مجبور کیا جائے قرآن مجید میں خود فرمایا گیا ہے:

”فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لاتعلمون“

ترجمہ: یعنی علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔

(پارہ ۱۴، رکوع ۱۲، سورۃ نحل، آیت ۴۳)

غرضیکہ مسلمان دو طرح کے ہیں ایک مجتہد دوسرے غیر مجتہد، مجتہد وہ ہے

تقلید ضروری؟

کہ اس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات اور رموز کو سمجھ سکے کلام کے مقصود کو پہچان سکے اس سے مسائل نکال سکے ناسخ و منسوخ کا پورا علم رکھتا ہو۔ یعنی یہ جانتا ہو کہ کون سی آیت پہلے نازل ہوئی اور کونسی بعد میں اور کونسی بات اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس موقع پر فرمائی اور دوسری بات کس موقع پر، علم صرف و نحو و لغت و بلاغت پر مہارت تامہ رکھتا ہو۔ احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو اس کے علاوہ ذکی و خوش فہم ہو اور جو اس درجے کو نہ پہنچا ہو وہ مجتہد نہیں اور جو مجتہد نہیں اس کے لئے تقلید ضروری ہے۔ اور مجتہد کے لئے تقلید منع ہے اسی لئے تبع تابعین کے دور سے لے کر آج تک جتنے مسلمان ہوئے سب مقلد۔ ان میں اجلہ اولیاء کرام بھی ہوئے اور علماء ذوی الافہام بھی۔ مثلاً امام رازی، امام غزالی، امام بخاری، امام ترمذی، امام ابو داؤد حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، حضور غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی وغیرہم۔ بزرگان دین جن پر امت کو ناز ہے یہ بھی باا علم و جلال کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے۔ تقلید کے مخالفین کا وجود عالم اسلام میں ہر دور میں نہ ہونے کے برابر رہا ہے جیسا کہ آج بھی ظاہر ہے دنیا میں کہیں کہیں کبھی یہ لوگ نظر آ جاتے ہیں۔ بد قسمتی سے ہمارے ضلع بریلی شریف کی چند بستیوں میں ادھر ایک نواسال کے اندر اندر کچھ لوگ اس تحریک سے متاثر ہو گئے حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ نہ ہونے کے برابر تعداد رکھتے ہوئے بھی صرف اپنی جماعت کو ہی حق پر سمجھتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَفِيَ النَّارَ“
ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو اس لئے کہ جو الگ رہے گا وہ دوزخ میں

الگ کر کے ڈالا جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام فصل ۲، ص ۳۰)

نیز دوسری حدیث شریف میں ہے:

”إِيَّاكُمْ وَالشَّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَةِ.“

ترجمہ: چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں سے بچو اور بڑی جماعت کے ساتھ رہو۔

(مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام فصل ۳، صفحہ ۳۱)

اہل اسلام بالخصوص ہمارے علاقے کے مسلمانوں کے بارے میں جماعت اہلحدیث کا کیا خیال ہے اس کا اندازہ ناظرین مولوی رضاء اللہ کے ان الفاظ سے لگائیں جو انہوں نے اپنی کتاب ”فتنوں کی سرزمین“ کے صفحہ ۴۰ پر لکھے ہیں، رچھا میں واقع اپنے مدرسہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”المعبد الاسلامی السلفی بریلی جیسے شرک زدہ علاقے میں نہ صرف یہ کہ ایک بہتر دینی تعلیمی تربیت گاہ ہے جو شرک و بدعت کی ظلمات میں رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔“ گویا کہ ان لوگوں کے نزدیک بریلی ایک شرک زدہ علاقہ ہے اور یہاں کے مسلمان مشرک ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں جماعت اہل حدیث کے شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین دہلوی سارے مقلدین کو پہلے ہی مشرک لکھ چکے ہیں حوالے کے لئے دیکھئے ان کی تصنیف ”معیار الحق“۔ (بحث تلفیق ص ۱۸۳)

ایک اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اہلحدیث، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ و دیگر ائمہ مجتہدین کے اقوال و افعال یا ان کی کتب پر عمل کرنے کو منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا و رسول کے سوا کسی کی نہ مانو جو کچھ دیکھنا ہو قرآن و حدیث میں دیکھو اور اپنے علماء مثلاً ابن تیمیہ ابن قیم قاضی شوکانی، اسماعیل دہلوی، صدیق حسن قنوجی، بھوپالی اور ثناء اللہ امرتسری کی تصانیف پر بلا چون و چرا عمل پیرا ہیں اور ان کی کتابوں کو خوب چھاپتے اور پڑھتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائے گا

کہ ہم اپنے مولویوں کی کتابوں میں لکھی صرف انہیں باتوں کو مانتے ہیں جو قرآن و حدیث کے مطابق ہیں تو مہربانی کر کے بتائیے کہ آپ کے علماء کی تصانیف میں وہ کونسی باتیں ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ ان کی ایک فہرست بنا کر پیش کیجئے ابھی آپ کا بھرم کھلا جاتا ہے کہ آپ قرآن و حدیث کے پیروکار ہیں یا اپنے مولویوں کی کتابوں کے اور اگر آپ اپنی دھرم پستکوں کی غلطیوں کی فہرست پیش نہ کر سکے تو ظاہر ہے آپ نے ان کتابوں کو قرآن و حدیث کے برابر کا درجہ دے دیا کہ انہیں آپ نے قرآن و حدیث کی طرح غلطیوں سے پاک مان لیا ہے۔

اور ذرا یہ بھی بتاتے چلئے کہ آپ یہ کیسے جانیں گے کہ علماء کی کتابوں میں کونسی بات قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور کونسی مطابق؟ اور پھر جب آپ کے پاس اتنا علم ہے تو پھر ان کتابوں کی ضرورت ہی کیا ہے؟ سیدھے قرآن و حدیث ہی کیوں نہ دیکھا جائے ”کہ ہوتے ہوئے مصطفیٰ کی گفتار، مت مان کسی کا قول و کردار۔“ کا مطلب آپ کے نزدیک پوری طرح درست ہو جائے۔ اور جب قرآن و حدیث موجود ہیں اور وہ کافی ہیں ان کے ہوتے ہوئے اور کسی کتاب کی ضرورت نہیں۔ تو آپ کے مولویوں نے کتابیں کیوں لکھیں۔

اب جماعت اہل حدیث کو چاہئے کہ پہلے اپنے مولویوں کی تمام کتابوں اور رسائل، تقویۃ الایمان، ظفر المسبین، فتاویٰ امرتسری، معیار الحق، نیل الاوطار، فتاویٰ نذیریہ وغیرہا کو کہیں کھود کر گاڑ دیں یا ندی میں بہا دیں کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے نہ کوئی کتاب لکھی جائے نہ چھاپی جائے تاکہ قرآن و حدیث پر صحیح عمل ہو سکے پھر اس کے بعد ہم سے بات کریں کہ تم لوگ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب کے اقوال کیوں دیکھتے ہو اور جب تیرہویں

چودھویں صدی کے مولوی اسماعیل دہلوی وثناء اللہ امرتسری نذیر احمد دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، مولوی محمد جونا گڑھی، عبدالسلام بستوی کی کتب آپ کے لئے قابل عمل ہیں اور غلطیوں سے پاک ہیں تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ تو حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہیں کہ انہوں نے حضور کو دیکھنے والوں سے ملاقات کی تو ان کی اور ان کے اصحاب کی تصانیف پر عمل کرنے سے ہمیں روکنے کا آپ کو حق کیا ہے؟ وَاللّٰهُ الْمُسْتَكْبٰی۔

مسلمان بھائی اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ تقلید کے مخالفین کے پاس دھوکہ دینے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس لئے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان و دیگر ائمہ مجتہدین کی تقلید قرآن و حدیث کے خلاف نہیں بلکہ قرآن و حدیث کو سمجھنے اور ان سے فیض پانے کا ایک ذریعہ ہے۔

درخت کے پتوں کو غذا اگرچہ زمین ہی سے آتی ہے لیکن جڑ، تنے اور شاخوں کے ذریعہ، براہ راست کوئی غذا لینے کے لئے چلے تو شاخ سے ٹوٹا پڑے گا اور پھر سوکھ کر ہوا میں اڑ جائے گا۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی اس مثال سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تقلید کی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہر وقت قریب رہتے تھے اور ان کے سامنے قرآن کریم نازل ہوا کرتا تھا جو سوال دل میں ابھرتا سرکار سے دریافت کر لیتے تھے انہیں بیشک قرآن و حدیث کے علاوہ کسی تیسری چیز کی ضرورت نہ تھی جیسے درخت کی جڑ کہ اس کو زمین سے قریب ہونے کی وجہ سے زمین سے غذا حاصل کرنے کے لئے کسی واسطے کی ضرورت نہیں ہے اور ہم جو اس قدر زمانہ گزرنے کے بعد پیدا ہوئے پتوں کی مثل ہیں کہ جنہیں تنے کی بھی ضرورت ہے اور شاخوں کی بھی تنے، چاروں امام ہیں اور شاخیں علماء زمانہ۔

تقلید کے مخالفین یہ تو منہ بھر کر کہہ دیتے ہیں کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے کسی کی ضرورت نہیں لیکن یہ بھی نہیں سوچتے کہ طب وحکمت ڈاکٹری سرجری کی ہزاروں کتابیں ہونے کے باوجود مریضوں کو ڈاکٹروں کے پاس پہنچانا پڑتا ہے۔ میں کہتا ہوں ڈاکٹری کی کتابیں پڑھ پڑھ کر علاج اور آپریشن کیوں نہیں کئے جاتے ہیں؟ جب کتابیں ہیں تو ڈاکٹروں کے پاس کیوں جاتے ہو؟ وکالت اور قانون کی کتابوں سے الماریاں بھری رہنے کے باوجود چھوٹے چھوٹے مقدموں کے لئے وکیلوں کی خوشامد ہی کرنا پڑتی ہے۔ مثل مشہور ہے جس کا کام اسی کو بھائے۔

اس سے وہ ہمارے مسلمان بھائی بھی سبق حاصل کریں جو یا تو ان پڑھ ہیں یا تھوڑی بہت اُردو جانتے ہیں یا صرف اسکولوں اور انگریزی، کالجوں میں ہی عمر گزارے ہوتے ہیں۔ عربی زبان سے قطعاً ناواقف اور پھر شرعی باتوں میں مداخلت کرتے مقلدان کرام کے فتاویٰ میں کمی نکالتے ہیں اور خدا کا خوف نہیں رکھتے۔

الہادیث حضرات کو جماعت سے نماز بھی نہیں پڑھنا چاہئے کیونکہ ان کے یہاں خدا اور رسول کے علاوہ کسی اور کی پیروی تو کسی معنی جائز ہی نہیں اور جماعت میں امام کی پیروی کرنا پڑتی ہے کہ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع اور سجدہ کے ساتھ سجدہ کرنا پڑتا ہے اور یہ تقلید شخصی کے مشابہ ہے کیونکہ ایسا بھی نہیں ہوتا کہ ایک رکعت ایک امام کے پیچھے دوسری دوسرے کے پیچھے پڑھی جائے بلکہ پوری نماز میں ایک ہی شخص کی اتباع کی جاتی ہے خدا کرے وہ اس کے جواب میں یہ کہہ دیں کہ چونکہ امام خدا اور رسول کے حکم سے نماز پڑھا رہا ہے اور ان کا پیروکار ہے اس لئے ہم اس کی پیروی کرتے ہیں تو الحمد للہ مسئلہ تقلید بھی حل ہو جائے گا کہ ہم لوگ بھی ائمہ مجتہدین کی تقلید اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خدا

و رسول کے پیروکار ہیں اور ہمیں قرآن و حدیث کے احکام بتاتے ہیں اور انہیں بھی خدا تعالیٰ نے امامت فی الدین کا حکم دیا ہے۔

ملاحظہ ہو قرآن مجید کی آیت کریمہ، پارہ نمبر ۱۱، رکوع نمبر ۴ سورۃ توبہ، آیت نمبر ۱۲۱:

”فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔“

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس آیت کریمہ میں کچھ لوگوں کے لئے صاف اور صریح حکم ہے کہ وہ اولاً علم حاصل کریں اور پھر اس سے قوم کو فائدہ پہنچائیں۔

جماعت اہل حدیث کے افراد قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے اُردو فارسی کے ترجمے اور عربی لغت یعنی ڈکشنری کی کتابیں دیکھتے ہیں یا نہیں؟ اب چونکہ یہ ترجمہ لکھنے والے ڈکشنری مرتب کرنے والے معاذ اللہ نہ خدا ہی ہیں نہ رسول اور آپ کو خدا اور رسول کے علاوہ کسی کی ضرورت نہیں چاہے وہ کیسا ہی اللہ والا اور رسول پاک کا پیروکار ہو تو اب آپ کو چاہئے کہ قرآن کریم کا ترجمہ یا عربی ڈکشنری کی کتاب کبھی نہ دیکھیں ورنہ بقول خود مشرک قرار پائیں گے یا پھر کوئی ترجمہ یا ڈکشنری کی کتاب ایسی بتائی جائے۔ جو خدائے تعالیٰ نے نازل کی ہو یا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھی یا لکھوائی ہو۔ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نیز ہم پوچھتے ہیں کہ جن مسائل کا ذکر قرآن مجید اور احادیث مصطفیٰ میں صراحۃً نہیں ہے ان کے بارے میں آپ کیا کرتے ہوں گے ذیل میں ہم چند مسائل کی ایک فہرست پیش کر رہے ہیں اور ساری جماعت اہل حدیث کو دعوت ہے کہ سب مل کر ان مسائل کا جواب صرف قرآن اور حدیث سے دیں۔

(۱) اگر کوئی شخص سعودی عرب میں ۳۰ رمضان کے روزے پورے رکھ کر ہوائی جہاز سے ہندوستان آئے اور یہاں ابھی ۲۹ روزے ہوئے ہوں تو وہ یہاں آ کر ایک روزہ اور رکھے گا کہ نہیں؟ یونہی کوئی شخص کسی ملک میں عصر کی نماز ادا کر کے ہوائی سفر سے کسی ایسے ملک میں پہنچ جائے جہاں ابھی عصر کا وقت شروع ہی نہیں ہوا۔ اب جب عصر کا وقت شروع ہوگا تو وہ عصر کی نماز دوبارہ پڑھے گا کہ نہیں؟ صرف قرآن و حدیث سے دونوں سوالوں کا جواب دیجئے۔

(۲) چلتی ٹرین میں فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) تار، ٹیلی فون اور ریڈیو کے ذریعہ چاند کی خبر سن کر روزہ یا عید کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) گلہری، سانپ، بچھو، بندر، چھپکلی، خرگوش، گھروں میں رہنے والا مینڈک اگر کنوئیں میں گر کر مر جائے تو کنواں پاک رہا یا ناپاک؟ اور ان مذکورہ جانوروں کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟

(۵) جھینگا، بگلہ، طوطہ، مینا، کلکچیا، مرغابی حلال ہیں یا حرام؟

(۶) عربی کے علاوہ اور زبان میں جمعہ کی نماز کا خطبہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

(۷) بھینس کا گوشت کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

(۸) تانے کو پتیل سے برابر، برابر یا کم زیادہ کر کے ادھار اور نقد بیچنا جائز ہے

یا نہیں؟

(۹) سور کا گوشت پاک ہے یا ناپاک؟ قرآن میں صرف کھانا حرام بتایا

ہے، لیکن ناپاک ہونے کا ذکر کس آیت یا حدیث میں ہے؟

(۱۰) انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

(۱۱) بیڑی، سگریٹ اور حقہ پینے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟

(۱۲) اسپرٹ، الکوحل پینا حرام ہے یا حلال؟ اور یہ دونوں چیزیں پاک ہیں

یا ناپاک؟ صرف قرآن و حدیث سے بتائیے۔

(۱۳) کاغذ کے جونوٹ رائج ہیں ان میں ادھار یا نقد گھٹا بڑھا کر لین دین سود

ہے یا نہیں؟

(۱۴) سور کی چربی، ہڈی، کھال، اوجھڑی، گردے کھانا حلال ہے یا حرام قرآن

میں صرف گوشت کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی بتائیے کہ یہ سب چیزیں پاک ہیں

یا ناپاک۔

(۱۵) جنگل، دریا اور خشکی کے تمام جانور اور سب کیڑے مکوڑے اور پرندوں

کے نام بنام صرف قرآن و حدیث سے بغیر قیاس کئے ہوئے بتائیے کہ

ان میں کون کون سے حرام ہیں اور کون سے حلال، اور ان میں کس کا

پاخانہ پیشاب اور جھوٹا، پسینہ اور تھوک پاک ہے اور کس کا ناپاک۔ کتے

کے نام کے ساتھ اس کے بارے میں ہی دکھائیے کہ اس کو کھانا حرام ہے

یہ کون سی آیت یا حدیث میں ہے۔

(۱۶) بے بی ٹیوب کے ذریعے بچہ پیدا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ صرف قرآن یا

حدیث میں اس کا ذکر بتائیے انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور اس کی خرید

و فروخت جائز ہے یا ناجائز یہ بھی صرف قرآن و حدیث میں دکھائیے۔

غرضیکہ اس قسم کے ہزار ہا مسائل بیان کئے جاسکتے ہیں کہ صراحتاً جن کا ذکر قرآن و حدیث میں نہیں ہے ظاہر ہے کہ ان مسائل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں قیاس کیا جائے گا اور قیاس کی اجازت ہر کس و نا کس کو نہیں دی جاسکتی ورنہ امت میں جتنے لوگ ہوں گے اُتنے ہی مسئلے۔ علماء مجتہدین کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

شاید آپ یہ کہیں کہ چلئے ان مسائل میں ہم بھی ائمہ کرام کی تقلید کر لیں گے لیکن کیا ضروری ہے کہ کسی ایک کی کریں۔ کسی مسئلہ میں ایک کی دوسرے میں دوسرے کی تقلید کریں گے یعنی جتنے مسئلے ہوں گے اُتنے ہی ہمارے امام تو مہربانی کر کے بتائیے کہ ایسی کونسی مشین لگا رکھی ہے جو یہ بتائیے کہ اس مسئلے میں اس کی اور اس مسئلے میں اس کی پیروی کی جائے گی اور بالفرض اگر کوئی مشین مل بھی جائے تو آپ ائمہ کرام کے مقلد ہوئے یا اس مشین کے۔ شاید ہماری اس تقریر سے آپ تقلید شخصی کی اہمیت کو سمجھ گئے ہوں گے۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

اور ہم نے جو یہ مسائل لکھے ہیں ان میں سے کچھ زمانے کے حالات کے اعتبار سے نئے نئے مسائل ہیں وہ چاروں اماموں کی کتابوں میں بھی صاف اور واضح طور پر نہیں ملیں گے۔ لیکن ہمارے نزدیک چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کے ساتھ مسائل جدیدہ میں علماء زمانہ میں سے جو اصحاب ترجیح و مجتہدین ہوں ان کی طرف بھی رجوع ضروری ہے اور آپ کے نزدیک چونکہ قرآن و حدیث ہر ایک کے لئے کافی ہے۔ لہذا آپ صرف قرآن و حدیث سے ہر سوال کا جواب دیں۔

اب ناظرین کرام ان چند تمہیدی کلمات کے بعد کتابچہ میں مذکور اعتراضات

کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

سوالات کی تمہید اٹھاتے ہوئے مولوی محمد جونا گڑھی نے اسی آٹھ ورقی کتابچے میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

”اس زمانہ میں تقلید شخصی کے بارے میں کچھ ایسا اختلاف پھیلا ہوا ہے کہ جدھر جائے اسی کا جھگڑا ہے۔“

سچ یہ ہے کہ یہ مولوی مذکور کی خام خیالی ہے اس لئے کہ تقلید شخصی پر ساری امت کا اتفاق ہے کہیں اس پر جھگڑا نہیں ہے۔ سوا ان چند مقامات کے، جہاں آپ جیسے نامقلدین تقلید کے منکرین پہنچ جاتے ہیں وہیں یہ جھگڑا ہے۔ اور وہ ساری دنیا میں چند بستیاں ہیں۔ گویا کہ اس جھگڑے کی بنیاد اور بانی آپ لوگ ہیں اگر آپ تقلید کا انکار نہ کریں تو کہیں جھگڑا ہی نہ ہو۔

کئی جگہ دیکھا گیا کہ ساری بستی کے سب لوگ ہمیشہ سے رمضان میں ۲۰ رکعتیں تراویح پڑھتے چلے آئے ہیں ان میں کوئی اختلاف اور جھگڑا نہیں لیکن آپ کی جماعت کا کوئی ایک فرد وہاں جا کر اختلاف پیدا کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ حدیث میں آٹھ رکعت تراویح آئی ہیں کوئی صحیح و صریح حدیث دکھا بھی نہیں پاتا اور خواخواہ اتفاق والوں میں انتشار کا سبب بنتا ہے کہیں رفع یدین اور کہیں آمین زور سے پکارنے اور کہیں نماز میں اوپر ہاتھ باندھنے کو لے کر اچھی خاصی قوم کو خوب لڑاتا ہے اور مزے لیتا ہے۔

میں پوچھتا ہوں یہ رفع یدین، رکوع اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کو کاندھوں تک لانا، خوب زور سے آمین پکارنا۔ ۸ رکعت تراویح پڑھنا آپ کے نزدیک اگر ضروری ہے تو کتنا ضروری ہے کیا اتنا ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے قوم مسلم کو لڑانا ان میں گروہ بندی اور جنگ و جدال مار پیٹ کرانا

ضروری ہے۔ اہل حدیث مولوی جواب دیں۔ ہمارے اعلیٰ حضرت نے تو یہ ذہن دیا لکھتے ہیں:

ہمارے ائمہ کرام نے احادیث ترک پر عمل کیا خفیوں کو ان کی تقلید چاہئے شافعیہ وغیرہم اپنے اماموں کی پیروی کریں کوئی محل نزاع (جھگڑے کی بات) نہیں اور لکھتے ہیں:

آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں زیادہ سے زیادہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر مستحب کیا تو اچھا، نہ کیا تو کوئی برائی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۶، ص ۱۵۵)

یہ ہیں قوم کو ملانے کی باتیں نہ کہ آپ کہ جہاں آپ کی جماعت کے دو چار لوگوں پہنچ گئے وہاں دوکان دوکان رفع یدین کے جھگڑے۔

المعهد الاسلام السلفی

رہما کی طرف سے شائع ہونے والے

تقلید کی پرانتز اخلاقیات کے جوابات

غور سے دیکھا جائے تو ان کے کافی سوالات کے جوابات تو مقدمے سے مستفاد ہیں باقی ماندہ سوالات چند اعتراضات ہیں۔ جنہیں الفاظ کی الٹ پھیر کے ذریعے گنتی میں بڑھا دیا گیا ہے کافی اعتراضات کا خلاصہ تو یہ ہے۔

سوال: سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ و دیگر ائمہ ثلاثہ علیہم الرحمۃ والرضوان سے قبل صحابہ و تابعین کے دور میں کس کی تقلید کی جاتی تھی اس کی تقلید آج بھی کیوں نہ کی جائے خلفاء راشدین، صحابہ و تابعین واجلہ سادات کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور چاروں ائمہ کے اساتذہ کو چھوڑ کر کسی اور کی تقلید کیوں کی جاتی ہے۔

جواب: اس کا مختصر جواب تو یہی ہے کہ ائمہ کرام کی تقلید میں صحابہ و تابعین کی مخالفت ہرگز نہیں بلکہ ان کی تقلید اسی لئے کی جاتی ہے کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا وہ سب صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال کی روشنی میں فرمایا ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ عوام کو کوئی ضرورت درپیش آئے تو مسئلہ معلوم کرنے کے لئے علماء کے پاس جاتے ہیں اب کوئی سر پھر ان سے یہ کہنے لگے کہ قرآن و حدیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال ہوتے ہوئے بھی تم فلاں مولوی کے پاس کیوں گئے تم نے قرآن و حدیث کی مخالفت کی ہے تو ظاہر ہے اس سر پھرے کا علاج بریلی کے پاگل خانے میں کیا جائے گا اور

تخصیص نہ دی ہے

اُسے بتایا جائے گا کہ علمائے دین کے پاس صرف یہ سمجھ کر جاتے ہیں کہ یہ جو کچھ بتائیں گے قرآن و حدیث اور اقوال بزرگان دین کی روشنی میں بتائیں گے۔ یہ سوال کرنے سے قبل جماعت اہل حدیث کو چاہئے تھا کہ اپنے سارے عوام پر پابندی عائد کرتی کہ ہرگز کسی مولوی سے مسئلہ نہ پوچھا جائے بلکہ قرآن و حدیث کو دیکھا جائے۔

یہ دیکھئے آپ کی جماعت کے سب سے بڑے پیشوا، امام اور مقتدا شیخ احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ لکھتے ہیں:

مسلمان جن ائمہ کی اتباع کرتے ہیں وہ دراصل لوگوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان رہ نما اور وسیلے کی حیثیت رکھتے ہیں جو عوام لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث پہنچاتے ہیں اور اپنے اجتہاد سے ان احادیث کے معانی اور احکام بیان فرماتے ہیں۔

مجموع الفتاویٰ ج ۲۰، ص ۲۲۲ مطبوعہ بامر الفقہد بن عبدالعزیز

الحاصل ائمہ کرام کی تقلید قرآن و حدیث و صحابہ و تابعین کے اقوال کے خلاف ہرگز نہیں بلکہ قرآن و حدیث تک صحیح رسائی کا ایک ذریعہ ہے۔

رہی یہ بات کہ صحابہ و تابعین کس کی تقلید کرتے تھے اسی کی تقلید آج بھی کی جائے تو یہ سوال بھی بہت سی غلطیوں کا مجموعہ ہے بات دراصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عالم مآکان و مایکون دانائے جمیع غیوب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور تابعین صحابہ کرام سے قریب تھے انہیں جو ضرورت درپیش ہوتی تو حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور تابعین صحابہ کرام سے براہ راست دریافت کر لیتے انہیں اپنے اوپر قیاس کرنا کہاں کی عظمت دی ہے؟

ایک ڈاکٹر ہے کہ جس کو صرف دواؤں اور کتابوں کی ضرورت ہے اور ایک مریض ہے کہ جس کو ان کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر کی بھی ضرورت ہے۔ جماعت اہلحدیث کا یہ سوال ہر ایک کو اپنے مثل بشر سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ صحابہ و تابعین تو سارے مسلمانوں کے پیشوا ہیں خود ائمہ کرام بھی انہیں کی پیروی کرتے ہیں یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ ہم کسی کے امتی نہیں کیونکہ ہمارے نبی کریم بھی کسی کے امتی نہ تھے لہذا امتی نہ ہونا حضور کی سنت ہے۔ یا یہ کہے کہ چونکہ بادشاہ تخت شاہی پر بیٹھتا ہے لہذا اس کے دربار میں ہم بھی اس کے تخت پر اس کے برابر میں بیٹھیں گے کیونکہ ایسا نہ کرنے پر جماعت اہلحدیث بادشاہ کی مخالفت کا فتویٰ صادر کر دے گی۔ آپ نے عید و بقرعید کے موقع پر نماز پڑھنے والوں کی کثرت دیکھی ہوگی اور یہ بھی دیکھا ہوگا کہ پچھلی صف کے مقتدیوں کو مکبرین کی آواز کی ضرورت پڑتی ہے لیکن امام کے قریب اگلی صف کے مقتدیوں کو امام کی آواز کافی ہوتی ہے۔

اب آپ خوب اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ہم چونکہ پچھلی صف کے امتی ہیں ہمیں ائمہ کرام کی تقلید کی ضرورت ہے اور صحابہ کرام و تابعین اگلی صف کے لہذا انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نزدیکی کافی۔ ہمیں احادیث کی روایت کے لئے اسناد کی ضرورت پڑتی ہے اور کئی کئی واسطوں سے مروی احادیث بخاری و مسلم و دیگر کتب احادیث میں لکھی ہوئی ہیں۔ معترضین تا قیامت یہ نہیں بتا سکیں گے کہ کیا صحابہ کرام بھی احادیث کے ساتھ اس قسم کی اسناد بیان فرماتے تھے اگر نہیں تو پھر آپ بخاری و مسلم وغیرہ جیسی کتب کو قطعاً ترک کریں کہ جن میں احادیث کے

ساتھ ساتھ اسناد بھی لکھی ہیں۔ یہ بھی بتاتے چلے کہ صحابہ کرام اپنی جماعت کو اہلحدیث کہتے تھے۔ یا مؤمنین و مسلمین؟ یا صحابہ کرام نے کبھی خود کو سلفی لکھا؟ اگر نہیں تو آپ خود کو سلفی اور اپنے ادارے کو المعہد الاسلامی السلفی کیوں کہتے ہیں؟ یہ اسلامی کے بعد سلفی کی ضرورت کیوں پڑی؟ اور یہ اسلام میں زیادتی ہے یا نہیں؟

سُبْحَانَ اللَّهِ یہ خوب رہی کہ آپ سلفی لکھیں بولیں تو قطعاً حلال، ہم اسلامی، حنفی کہلائیں تو شرک و بدعت اور حرام، جب کہ حنفیت تو حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے جو حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس قدر قریب العہد ہیں کہ انہوں نے حضور کے صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے۔ امام بخاری و مسلم اور ترمذی وغیرہم۔ محدثین سے امام ابوحنیفہ کا زمانہ سو سال سے زیادہ پہلے ہے اور سلفیت تو بچاری نئی نوپلی چودھویں صدی کی پیداوار ہے۔

رہی یہ بات کہ سلفی کے معنی ہیں سلف یعنی پہلے زمانے کے گزرے ہوئے بزرگوں کو ماننے والا تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا چاروں امام سلف، بزرگوں اور پہلے والوں میں نہیں ہے؟ اب آپ کے جواب کے ساتھ ساتھ ہم بھی ایک سوال کرتے چلیں۔

کیا زمانہ پاک نبوی و صحابہ و تابعین میں احادیث کی اسناد لکھنے خود کو اہلحدیث یا سلفی کہلانے کا رواج تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو یہ بدعت ہوئی یا نہیں؟ اور حدیث پاک ”كُلُّ بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار“ کی بموجب پوری جمعیت اہلحدیث و سلفیت کہاں پہنچی؟

سوال: تقلید صرف ائمہ اربعہ ہی کی کیوں کی گئی۔ یعنی انحصار تقلید ان میں کیوں ہے؟

جواب: ان چار مذاہب میں تقلید کا انحصار نظم دین قائم رکھنے کے لئے اجماع امت سے ثابت ہے۔ امام ابن حجر مکی لکھتے ہیں:

”أما في زماننا فقال بعض أئمتنا لا يجوز تقليد غير الأئمة الأربعة الشافعي ومالك وأبي حنيفة وأحمد بن حنبل رضوان الله تعالى عليهم أجمعين لأن هؤلاء عرفت قواعد مذهبهم واستقرت أحكامهم وخدم تابعوهم وحرروها فرعا فرعا وحكما حكما فلا يوجد إلا وهو منصوص منهم اجمالا أو تفصيلا بخلاف غيرهم فإن مذهبهم لم تحرر ولم تدون كذاك.

بعض ائمہ نے فرمایا ہمارے زمانہ میں ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں کیونکہ ان حضرات کے مذاہب کے قواعد معروف ہیں اور احکام مستقر اور ان کے متبعین نے قواعد و احکام کو تفصیل سے لکھا اس کے نتیجہ میں وہی قواعد پائے جاتے ہیں جو ان سے اجمالا یا تفصیلاً منصوص ہیں اور دوسروں کے مذاہب اس طرح نہ لکھے گئے نہ جمع کئے گئے۔ (الفتح المبين بشرح الاربعين للإمام أحمد بن محمد بن حجر هيثمي مكي ص ۴۷۴ فی شرح الحديث الثامن عشر، مطبع دار المنهاج جدہ)

نیز قرآن کریم کی مشہور تفسیر صاوی شریف میں صاف لکھا ہے:

”لا يجوز تقليد ما عد المذاهب الأربعة.“
یعنی چاروں اماموں کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں۔

اور تھوڑا آگے بڑھ کر ہے:

”والخارج عن المذاهب الاربعة ضال مضل“۔

جوان چاروں مذاہب سے خارج ہے وہ گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ (تفسیر صاوی، جلد ۳، ص ۹، سورہ کہف)

حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی فرماتے ہیں:

اهل السنة قد افترق بعد القرون الثلاثة او الاربعة على اربعة مذاهب ولم يبق مذهب في فروع المسائل سوى هذه الاربعة۔

اہلسنت تین یا چار صدی کے بعد چار مذاہب میں منقسم ہو گئے اور فروعی مسائل میں ان چاروں مذاہب کے علاوہ کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

(تفسیر مظہری، جلد ۲، ص ۶۴، مطبوعہ اشاعت العلوم، دہلی)

سیدنا شیخ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

أما تقليد مذهب من مذاهبهم الان غير المذاهب الاربعة فلا يجوز لانقصان في مذاهبهم ورجحان المذاهب الاربعة عليهم لان فيهم الخلفاء المفضلين على جميع الامة بل لعدم تدوين مذاهبهم وعدم معرفتنا الان بشروطها وقيودها وعدم وصول ذالك الينا بطريق التواتر حتى لو وصل الينا بشئ من ذالك كذلك جاز لنا تقليده لكنه لم يصل كذلك۔

لیکن آج کے دور میں ان چار مذہبوں کے علاوہ اُن میں سے کسی کے مذہب کی تقلید جائز نہیں ہے۔ یہ اس لئے نہیں کہ اُن لوگوں کے مذہب

میں کوئی کمی ہے اور ان چار مذہبوں کو ان پر برتری حاصل ہے کیونکہ ان میں وہ خلفاء راشدین بھی ہیں جن کو ساری اُمت پر فضیلت حاصل ہے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے مذاہب تفصیل کے ساتھ لکھے نہ گئے اور آج پورے طور پر ہم انہیں نہیں جان سکتے اور وہ ہم تک تو اتر کے ساتھ نہ پہنچے یہاں تک کہ وہ سب ان شرطوں کے ساتھ پورے طور پر ہم تک پہنچیں تو ان کی تقلید جائز ہوگی لیکن ایسا ہوا نہیں۔

(خلاصۃ التحقیق، ص ۳، مطبوعہ استانبول ترکی)

ان اقوال کے پیش نظر ہم بڑی سنجیدگی کے ساتھ جماعت اہلحدیث سے مطالبہ کرتے ہیں کہ صحابہ و اکابر تابعین میں کسی کے اقوال و افعال اُن کے مذہب کے قواعد و احکام جو ان سے بالتواتر منقول ہوں۔ اس زمانہ میں دکھائیں پھر ہم کو ان کی تقلید کی دعوت دیں یا ان کے شاگردوں کی لکھی ہوئی ایسی کتاب بتائیں جو فقہی اصول پر مشتمل ہو اور اس میں اسلامیات کے سارے ابواب موجود ہوں اور مذہب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ایسا مسئلہ بتائیں کہ جس میں عقل کو دخل ہو اور وہ قرآن کی کسی آیت یا حدیث پاک یا صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال سے مستخرج نہ ہو اور اگر بخاری و مسلم وغیرہ اصحاب کی احادیث کی کتب میں کوئی امام صاحب کے خلاف ہے تو اس قول سے متعلق امام صاحب کی روایت کردہ حدیث زیادہ معتبر ہوگی کیونکہ امام صاحب کا زمانہ امام بخاری و مسلم اور ترمذی سے سو سال پہلے ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے ایک عرصہ کے بعد یہ حضرات پیدا ہوئے اور امام صاحب کے ماخذ حدیث کو بعد کے لوگ اگر ضعیف

کہیں تو ضروری نہیں کہ وہ امام صاحب تک ضعف کے ساتھ پہنچی ہو کما

لا یخفی علی من لہ ادنی بضاعۃ فی الحدیث۔

معاملہ دراصل یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کا دور اسلام کا ابتدائی دور تھا کفار سے جنگ و جدال کا زمانہ تھا لہذا محبوب اور مفصل طور پر استخراج قواعد و احکام کی طرف پوری توجہ نہ دی گئی۔ زمانہ نبوی پاک اور صحابہ کرام سے قریب ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کو اس چیز کی ضرورت بھی نہ تھی جیسے قرآن کریم پر اعراب یعنی زیر، زبر پیش لگانے کا کام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے تقریباً اسی سال بعد خلفائے بنو امیہ کے دور میں ہوا۔

تیس پاروں میں قرآن کریم کی تقسیم رکوع اور منازل کا تعین بھی بہت بعد کی چیزیں ہیں اب تقلید ائمہ کو دور صحابہ کے بعد کی چیز بتا کر بدعت و شرک و حرام کی رٹ لگانے والے رکوع اور پاروں کے تعین سے خالی بغیر زیر، زبر، پیش و مد و جزم، کے قرآن کریم شائع کریں۔ اور عوام کو یونہی پڑھنے کی اجازت دیں۔ اور اگر ایسا نہ کر سکیں فَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح صحابہ کرام کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے اعراب وغیرہ کی ضرورت نہ تھی بعد کو جب اس کی ضرورت محسوس کی گئی تو یہ کام انجام دیا گیا جو آج تک رائج ہے۔ ایسے ہی جب ممالک فتح ہوئے اسلام دنیا میں پھیلنے لگا اور مختلف معاشروں ماحولوں اور زبانوں میں منتقل ہوا۔ مختلف انسانوں کی مختلف ضروریات کے مطابق نئے نئے مسائل بھی

سامنے آئے جن کا ذکر صراحتاً ظاہر قرآن و حدیث میں نہ تھا تو خطرہ تھا کہ کہیں قرآن و حدیث کے معانی کی فہم میں من مانی نہ کی جائے اور سارے مسلمانوں کو جن میں کثرت سے نو مسلم بھی تھے اور وہ فوجی اور تجارتی لوگ بھی تھے۔ جنہیں جنگ و جدال اور کاروبار میں مصروفیت کی وجہ سے باقاعدہ علم حاصل کر کے قرآن و حدیث کی صحیح مراد کو پانا، متعارض احادیث میں قوی و ضعیف کا تعین ناممکن تھا اور بعد کے لوگ اگر علم حاصل کریں بھی تو وہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ ثلاثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرح عالم قرآن و حدیث نہیں ہو سکتے کہ جن کی نظر قرآن کی ہر آیت کے شان نزول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہر ایک حدیث اور آپ کے نقش قدم پر چلنے والے صحابہ کرام کی زندگیوں کے ایک ایک گوشے اور زبان عربی کی ساری لغات، محاورات اور لب و لہجہ پر تھی۔

الحاصل امت کی اس ضرورت کے پیش نظر ان بزرگوں نے علم فقہ کی تدوین فرمائی تاکہ ہر شخص من مانی نہ کر سکے۔ لہذا صرف چار مذاہب میں اسلامی مسائل کو منحصر کر کے بعد والوں پر احسان عظیم فرمادیا: فرحمہم اللہ تعالیٰ و جزاہم اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

اور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے ایک سمندر سے چند نہریں نکالی جائیں تو پانی سب میں اسی کا ہوگا گویا یہ چاروں نہریں علم دین کی، سینہ پاک مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جاری ہوئیں اور سب میں انہیں کے علم کا سمندر موجزن ہے۔

فالحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا ان هدانا الله تعالى اور مٹھی بھر تقلید کے مخالفین جو اہل اسلام میں رخنہ اندازی

کر کے انہیں بائنا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی حدیث موجود ہے۔
ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف کتاب الامارہ صفحہ ۳۲۰ بحوالہ مسلم۔

يَقُولُ مَنْ آتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ
يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ وَيَفْرِقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ۔

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم کسی ایک
پر متفق ہو جاؤ اور کوئی اگر تمہاری لائٹھی چیرنا چاہے اور تمہاری جماعت کو
بائنا چاہے تو اس کو قتل کر دو۔“

سوال: تقلید شخصی اصطلاحی کے معنی کیا ہے؟

جواب: اتباع الرجل غیرہ فیما سمعہ یقول او فی فعلہ علی
زعم انه محقق بلا نظر فی الدلیل۔ یعنی کسی کو محقق شرعی جان کر
اس کے قول و فعل کی اتباع کرنا دلیل سے قطع نظر کرتے ہوئے۔

سوال: جو کام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ یا تابعین کے زمانے
میں نہ ہوا ہو اسے اگر بعد والے دینی ضرورت سمجھ کر کریں تو آیت کریمہ
اکملت لکم دینکم جو قرآن میں ہے وہ بتلاتی ہے کہ دین خدا ہر طرح
مکمل ہو گیا۔ پھر ائمہ دین کی رائے قیاس کو بھی دین میں داخل کرنا اس
آیت کے منافی تو نہیں؟

جواب: بے شک اس کے خلاف نہیں اور یقیناً اس آیت کریمہ کے بموجب دین
خدا مکمل ہو گیا۔ لیکن قرآن میں یہ کہاں لکھا ہے کہ امور دین میں غور
و خوض نہ کرو۔ قرآن اور حدیث سے مسائل کا استنباط نہ کرو بلکہ خدائے
تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد
فرماتا ہے لیتفقہوا فی الدین یعنی دین میں غور و فکر کرو اس کو سمجھو اس

سے فقہ حاصل کرو۔ خدائے تعالیٰ تو قرآن میں فقہ حاصل کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اور اب منکرین تقلید، فقہ دین کو بدعت کہہ کر خدا کے دشمن ہوئے یا نہیں؟

اور دین کو کیا آپ نے حلوہ سمجھ رکھا ہے جس کو دانت والے اور بے دانت والے بھی چٹ کر جائیں۔ کان کھول کر سنئے خدائے تعالیٰ نے اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے: **يُخِضِّلُ بِهِ كَثِيرًا وَ يَهْدِي بِهِ كَثِيرًا**۔ یعنی اسی قرآن سے لوگ ہدایت پاتے ہیں اور اسی قرآن سے کچھ لوگ گمراہ و بددین بھی ہو جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر قرآن قرآن کی رٹ لگانے والے ہدایت یافتہ نہیں ہوتے اور قرآن کو سمجھنا کوئی آسان کام نہیں اور ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہیں اور جب سارے لوگ قرآن کی صحیح مراد کو نہیں پاسکتے تو پھر وہ قرآن و حدیث سے مسائل حاصل کرنے والے مجتہدین کی تقلید نہیں کریں گے تو یقیناً گمراہ ہو جائیں گے۔

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ دین مکمل ہو گیا لیکن یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے سمندر میں موتی تو کثرت سے پائے جاتے ہیں لیکن وہ موتی ہر ایک کے لئے حاصل کرنا آسان نہیں اس کے لئے غوطہ خوروں کی ضرورت ہے ایسے ہی قرآن کریم سے مسائل دینیہ حاصل کرنا ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لئے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے اکابرین امت کی ضرورت ہے اور جسے غوطہ خوری کی مشق نہ ہو وہ سمندر کی تہہ سے موتی حاصل کرنے چلے گا تو بہت پہلے ڈوب کر مر جائے گا اور مچھلیوں کی غذا بنے گا مخالفین تقلید کو اس سے اپنا انجام سمجھ لینا

چاہئے: قَيِّتْبَعُ غَيْرِ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ
جَهَنَّمَ وَسَاءَ ثَمَصِيرًا۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا: وَلَا تَطِبُّ وَلَا يَاقِبُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ۔
نیز دوسرے مقام پر ہے كُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ۔ اس
کا صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کریم میں ہر شئی کا ذکر
کر دیا ہے کسی چیز کو چھوڑا نہیں ہے اب ان آیات کے پیش نظر آپ یہ
بتائیے کہ قرآن کریم میں یہ کہاں لکھا ہے کہ شادی شدہ مرد و عورت اگر زنا
کریں تو ان کو سنگسار کرو اور لواطت کرنے والے کی شرعاً کوئی سزا ہے یا
نہیں؟ اور ہے تو کیا؟

بتائیے! گرہ کاٹ اور کفن چور کا حکم قرآن کریم میں کہاں ہے؟ جس
عورت کا شوہر لاپتہ ہو جائے اس کے بارے میں قرآن میں کہاں لکھا
ہے اور کیا لکھا ہے؟ ظہر اور عصر و عشاء میں چار، مغرب میں تین اور فجر
میں دو رکعت فرض ہیں حاجیوں کو چاہئے کہ وہ ۸/ذی الحجہ کو منیٰ میں اور
۹/کو عرفات میں قیام کر کے رات مزدلفہ میں گزار کر پھر منیٰ میں آجائیں
یہ سب قرآن میں کہاں لکھا ہے۔ جمعہ کے علاوہ پانچوں وقت کی اذان کا
ذکر قرآن کی کوئی سورت میں ہے؟ ایسے ہزار ہا مسائل بیان کئے جاسکتے
ہیں کہ جن کا ذکر صراحۃً قرآن کریم میں موجود نہیں تو کیا معاذ اللہ آپ
قرآن مقدس کی ان آیات کو جھوٹا کہنے کی جرأت کریں گے جن کا
مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں ہر شئی کا ذکر کر دیا ہے اور اگر
آپ کہہ بھی دیں گے تو کیا تعجب کی بات ہے آخر آپ کے امام و مولوی
اسامیل صاحب دہلوی نے رسالہ یکروزی میں خدائے پاک کے لئے

جھوٹ بولنا ممکن بتایا ہے وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا۔
شاید آپ کی جماعت کے کوئی عقلمند صاحب یہ کہنے لگیں کہ قرآن
میں نہیں تو احادیث میں تو مذکورہ امور کا ذکر ہے تو انہیں اس موقع پر یہ
بتا دینا بہت ضروری ہے کہ خدا نے تو بغیر حدیث کا ذکر کئے ہوئے فرمایا
ہے کہ ہم نے قرآن میں ہر چیز کا ذکر کر دیا ہے۔

آیت کریمہ ”الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ“ کا مطلب یہی ہے جو آپ
نے سمجھا تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس حدیث کا کیا
مطلب ہے۔

”عَنْ عُمَرَ أَنَّ آخِرَ مَا نَزَلَتْ آيَةُ الرَّبِّوَا وَأَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَفَّى وَلَمْ يُفَسِّرْهَا
لَنَا فَدَعَوْا الرَّبِّوَا وَالرَّيْبَةَ۔“

ترجمہ: سب سے آخر میں سود سے متعلق آیت نازل ہوئی اور حضور سید
عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور ہم سے سود کی تفسیر
بیان نہ کی تو تم سود اور اس کے شک سے بچو۔

(مشکوٰۃ شریف، ابواب البیوع ص ۲۴۶، بحوالہ ابن ماجہ)

بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۲۴ اور مشکوٰۃ شریف باب الخطبة الصلوة
صفحہ ۱۲۳ پر حدیث ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیدنا
ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں نماز جمعہ کے لئے صرف ایک
اذان اس وقت ہوتی تھی جب خطیب ممبر پر بیٹھتا تھا۔ فَلَمَّا كَانَ
عُثْمَانُ وَكَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءَ الثَّلَاثَ عَلَى الزَّوْرَاءِ۔ یعنی
جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی کثرت

ہوئی تو مقام زوراء پر ایک اذان اور دلائی جانے لگی۔

ایک اور حدیث حضرت جابر سے مروی سنن ابوداؤد باب عتق امہات الاولاد صفحہ ۵۵۱ پر ہے۔

”قَالَ بَعْنَا أُمَّهَاتُ الْأَوْلَادِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآبِي بَكْرٍ فَلَمَّا كَانَ عُمْرُ نَهَانَا عَنْهُ فَأَنْتَهَيْنَا.“

یعنی ہم زمانہ پاک نبوت اور حضرت ابوبکر میں امہات اولاد کی خرید و فروخت کرتے تھے اور حضرت عمر نے اپنے دور میں اس سے روک دیا اور ہم رُک گئے۔

سرجوڑ کر بیٹھے اور بتائیے کہ دین کے مکمل ہو جانے کا وہی مطلب ہے جو آپ نے سمجھا تو حضرت عمر کا کہنا کہ سود کی تفسیر بیان ہونے سے رہ گئی اور ام الولد کی بیع سے روکنا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کثرت عوام کی بنا پر جمعہ کی ایک اذان بڑھانے کا کیا مطلب ہے۔ کیا آپ قرآن کے معنی حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے زیادہ سمجھ گئے ہیں؟ اور یہ دیکھئے حدیث شریف میں ہے کہ جب اُم المؤمنین حضرت سیدتنا صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا اور اس کی خبر جب مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباس کو ہوئی تو وہ فوراً سجدے میں گر گئے راوی کہتے ہیں کہ اس سے پہلے اس موقع پر سجدہ کرنے کا رواج نہیں تھا۔ کچھ حضرات نے اُن سے پوچھا کہ یہ اس موقع پر آپ نے سجدہ کیوں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا۔ ”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا رأيتم آية فاسجدوا و اى آية اعظم من

ذہاب ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اللہ کی کوئی نشانی دیکھو
سجدہ کرو اور حضور کی بیویوں کے وصال سے بڑھ کر کوئی نشانی ہے۔
روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد اور ترمذی نے۔ (مشکوٰۃ باب صلوٰۃ
الخشوف ص ۱۳۰)

غور کیا جائے تو اس حدیث نے اہل حدیث کے مذہب کو جڑ سے اکھاڑ کر
پھینک دیا اس حدیث سے خوب اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی کام
پہلے سے نہ بھی ہوا ہو لیکن اس میں کوئی مصلحت ہو اور وہ کام اچھا ہو تو اس
کو کرنا جائز ہے۔ اس حدیث سے قیاس کرنا بھی ثابت ہو گیا کہ اگرچہ
حضور نے کسی کی موت کی خبر سن کر سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا لیکن اللہ تعالیٰ
کی کوئی نشانی دیکھ کر سجدہ کرنے کا حکم ہے اور حضور کے بیویوں کے وصال
سے بڑھ کر کوئی نشانی ہے۔ یعنی اُم المؤمنین کے وصال کو انھوں نے
آیت، نشانی پر قیاس فرمایا۔

بات دراصل یہ ہے کہ کسی دینی ضرورت یا مصلحت کے پیش نظر کوئی کام
کیا جائے تو وہ دین میں زیادتی نہیں بلکہ وہ کام دین ہی میں شمار کیا جائے
گا۔ جیسے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور
میں حالات بدلتے دیکھ کر عورتوں کو مردوں کے ساتھ مسجد میں جماعت
میں شرکت سے روک دیا۔ حالانکہ وہ زمانہ پاک رسول علیہ الصلوٰۃ
والسلام میں آتی رہتی تھیں۔ اُم المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا نے اس پر فرمایا کہ: لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا

مُنْعَتُ نِسَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ (بخاری شریف باب خروج النساء
الی المسجد صفحہ ۱۲۰) یعنی آج عورتوں سے متعلق جو باتیں پائی جانے
لگی ہیں اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دیکھتے تو وہ عورتوں کو مسجد
میں آنے سے روک دیتے جیسے قوم بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئی تھیں۔
اسلام کے ابتدائی دور میں مساجد پر مینار نہیں بنائے جاتے تھے لیکن جب
آبادیاں بڑھیں اونچی اونچی عمارتیں بننے لگیں تو مسجدوں کی شان
وشوکت ظاہر کرنے کے لئے مینار بنائے گئے۔ اور اس میں ایک بڑی
حکمت یہ تھی کہ اجنبی آدمی کو دور سے مسجد نظر آ جائے۔

تقلید بھی ایک دینی ضرورت ہے کہ بعد کے لوگ بالخصوص عرب کے علاوہ
دوسرے ممالک کے لوگ زمانہ نبوی سے دور اور عربی زبان کے لب ولہجہ
سے پوری طرح واقف نہ ہونے کی بناء پر دین کو کما حقہ نہیں سمجھ سکتے لہذا
ان چاروں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کریں جو زمانہ نبوت اور
صحابہ کرام سے قریب تھے اور جانتے تھے کہ کوئی آیت کب نازل ہوئی
اور کوئی حدیث کس موقع پر فرمائی گئی۔

تعجب بالائے تعجب کہ علم فقہ اور تقلید کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کیا جاتا ہے
کہ زمانہ پاک نبوی اور صحابہ کے بعد کی چیز ہے اور علم اصول حدیث اور
قواعد عربی زبان یعنی نحو، صرف کو جماعت اہل حدیث اپنے مدارس کے
نصاب میں لازم قرار دیئے ہوئے ہے اگر ہم یہ سوال کر دیں تو ساری
جماعت پر سناٹا چھا جائے گا کہ زمانہ صحابہ کرام میں کیا قرآن و حدیث کو
سمجھنے کے لئے، نحو، صرف، بلاغت و معانی و بیان کا سہارا لیا جاتا تھا؟ کیا
اصول حدیث ایک مستقل فن کی حیثیت سے پڑھا اور پڑھایا جاتا تھا؟ کیا

صحابہ کرام میں یہ گفتگو ہوتی تھی کہ کونسی حدیث صحیح ہے اور کون حسن اور ضعیف؟ اور جو صحیح ہے یا حسن، وہ لذتہ ہے یا غیرہ؟ جرح مبہم قابل قبول ہے یا نہیں؟ جرح و تعدیل میں تعارض ہو تو مقبول کیا ہے؟

کیا جماعت اہل حدیث بتائے گی کہ صحابہ کرام کے دور میں بخاری و مسلم تھیں یا دو سو سال کے بعد لکھی گئی تھیں؟ اس زمانے میں آج کل کی طرح مدارس تھے؟ چندے ہوتے تھے؟ رسیدیں چھپتی تھیں؟ جلسے ہوتے تھے؟ المعہد الاسلامی السلفی رچھا میں ہر سال ختم بخاری کی رسم منائی جاتی ہے۔ اور اشتہار چھاپ کر جلسہ بھی ہوتا ہے کیا یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں ہوا؟

اگر نہیں تو یہ سب اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے منافی ہوایا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ جس طرح قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے کتب تفاسیر فن اصول حدیث اور قواعد عربی کی ضرورت ہے ایسے ہی کلام خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صحیح معنی میں سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے علم فقہ اور ائمہ کرام کی تقلید کی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ کہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اب امت مسلمہ میں کوئی کسی سے کوئی دینی بات معلوم نہ کرے اور نہ کسی کو اپنا بڑا پیشوا و امام ٹھہرائے۔ بلکہ جو عقل میں آئے وہ کرے جائے اگر ایسا ہوتا تو حدیث شریف میں یہ کیوں فرمایا جاتا: اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِآیَہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔

”میرے سب صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کر لو گے راہ یاب رہو گے۔“ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۴، باب مناقب الصحابہ)

نیز فرماتے ہیں:

”مَنْ سَرَّهُ بِحُبُوحَةِ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزِمِ الْجَمَاعَةَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ الْفُذِّ.“

جو جنت میں عمدہ مقام چاہے وہ جماعت کے ساتھ رہے کیونکہ شیطان

الگ چلنے والے کے ساتھ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۵۴)

اور دیکھئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ.“

میری اور میرے ہدایت یافتہ جانشینوں کی راہ اختیار کرو۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۳۰، باب الاعتصام)

احادیث مذکورہ سے خوب واضح ہو گیا کہ دین مکمل ہو جانے کا یہ مطلب

ہرگز نہیں کہ اکابر و مشائخ امت کو نظر انداز کر کے قرآن و حدیث میں من

مانی کی جائے بلکہ جو دین خدائے تعالیٰ نے مکمل فرمایا اس پر بزرگوں کی

رہنمائی و رہبری میں چلنا چاہئے۔

حیرت ہے کہ جماعت اہل حدیث کے اتنے بڑے زبردست عالم مولوی محمد

جونگرہی نے یہ اعتراض کر دیا کہ جب دین مکمل ہو گیا تو پھر تقلید کی کیا

ضرورت؟ لیکن یہ بھی نہیں جانا یا جان بوجھ کر انجان بنے کہ تقلید ائمہ

یا مشائخ کی رہنمائی بزرگوں کی رہبری بھی دین ہے سورہ فاتحہ ہی دھیان

سے پڑھ لیتے جس میں ہے:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ پر چلا ان کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔

گویا کہ سیدھا راستہ اختیار کرنا بغیر بزرگوں کی رہنمائی کے ناممکن ہے

تقلید کی دشمنی میں جو آیت کریمہ نقل کی اس کی تفسیر بھی دیکھنے کی رحمت کو ارادہ کی۔

آیت کریمہ: الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل فرمادیا۔“ کی تفسیر میں ائمہ کے دو قول ہیں۔

”ایک تو یہ کہ دین مکمل ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اہل اسلام کو غلبہ نصیب ہوا ان کو بہت سی فتوحات حاصل ہوئیں کفار یا تو مسلمان ہوئے یا مغلوب اور مسلمانوں کے لئے راستے پر امن اور بستیاں پر سکون ہو گئیں اور دشمنوں کا خوف نہ رہا۔“

اس تفسیر کی روشنی میں منکرین تقلید کے مقصد کو اس آیت کریمہ سے کوئی تعلق نہیں اور ان کی یہ رٹ لگانے کا کوئی موقعہ ہی نہیں کہ دین کی تکمیل کے بعد تقلید ائمہ کیوں؟

دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حلال و حرام بیان کر دیئے گئے۔ یعنی اب جو حلال ہے وہ حلال رہے گا اور جو حرام ہے وہ حرام رہے گا اب کوئی نئی شریعت اور نیا نبی نہیں آئے گا اس سے بھی جماعت اہل حدیث کے لئے تقلید کو غیر اسلامی امر کہنے کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ تقلید ائمہ حرام و حلال کو جاننے کے لئے ہی کی جاتی ہے۔

تفسیر مدارک التنزیل جزاؤں، ص ۷۰ مطبع اصح الطابع، بمبئی پر اسی آیت کے تحت ہے:

(اکملت لکم دینکم) بان کفیتم خوف عدوکم و اظهرتکم علیہم کما یقول الملک الیوم کمل لنا الملک ای کفینا من کنا نخافہ او اکملت لکم ماتحتا

جون إلیہ فی تکلیفکم من تعلیم الحلال والحرام
والتوقیف علی شرائع الاسلام وقوانين القیاس۔
(ترجمہ) ”میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔“ یعنی
تمہیں دشمنوں کا کوئی خوف نہ رہا اور تم کو ان پر غلبہ عطا فرمایا جیسے بادشاہ
کہتا ہے کہ آج ہماری بادشاہت مکمل ہو گئی یعنی دشمنوں سے بے خوف
ہو گئے۔ یا مکلف ہو کر جن امور کی تم کو ضرورت تھی ان کو مکمل فرما دیا جو کہ
حرام و حلال سکھانا اور شرائع اسلام و قوانین قیاس سے آگاہ کرنا ہے۔“

مدارک شریف کے آخری کلمات قوانین قیاس نے تو ساری اہلحدیث
جماعت کی کمر توڑ دی کیونکہ سوال میں اہلحدیث فاضل نے قیاس کو بھی
دین کے منافی بتایا ہے اور اس آیت کریمہ کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ قیاس
کرنا خود پروردگار عالم نے سکھایا ہے اور اس کے قوانین اپنی کتاب میں
نازل فرمائے ہیں۔

چھٹے پارے میں سورہ مائدہ کی یہ جو تیسری آیت کا ٹکڑا آپ نے لکھا ہے
اس کے ابتدائی کلمات بھی لکھ دیئے ہوتے تو بات خود ہی واضح ہو جاتی کہ
یہ آیت کس موقع پر اور کن حالات میں نازل ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیے
آیت میں یوں ہے:

”الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ
وَاحْشَوْنَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِي۔“ الخ الایہ

(ترجمہ) آج کافر تمہارے دین کی طرف سے ناامید ہو گئے تو ان سے نہ
ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم

پر اپنی اہمیت پوری فرمادی۔

ججۃ الوداع کے موقع پر جب عرفات کے میدان میں حضور خطبہ دے رہے تھے ایک لاکھ سے زیادہ اہل عرب مسلمان آپ کا خطبہ سن رہے تھے اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی خانہ کعبہ پر اسلامی جھنڈا لہرا چکا تھا۔ مکہ فتح ہو گیا تھا عرب کے بڑے حصے پر اسلامی حکومت قائم ہو چکی تھی کافر جو یہ سمجھتے تھے کہ ہم طاقت و قوت کے ذریعے اسلام کو مثالیں گے اور اس دین کو نہیں پھیلنے دیں گے ان کی امیدیں ٹوٹ چکی تھیں اور وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ اب اسلام ہمارے بس کا نہیں ہے تب یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا۔

کافر تمہارے دین کی طرف سے ناامید ہو گئے تو اب تم ان سے بالکل نہ ڈرو، مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ ساری اہل حدیث جماعت کے سارے مولویوں کے بس کی بات ہو تو وہ دکھائیں کہ اس آیت کی تفسیر میں کسی صحابی سے یہ منقول ہو یا کسی مفسر نے یہ لکھا ہو کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین مکمل ہو گیا۔ اب تقلید مت کرنا نہ کوئی کسی سے کچھ پوچھے ہر شخص خود ہی قرآن و حدیث سے مسائل نکالا کرے۔

سوال: ہم نے سنا ہے کہ چاروں امام تقلید کو حرام فرماتے ہیں؟

جواب: اس سوال کے ساتھ آپ کو یہ بھی لکھنا چاہئے تھا کہ چاروں اماموں نے تقلید کو حرام کوئی کتاب کے کس صفحے پر لکھا ہے صحیح بات ہے کہ آپ کو سوال کرنے کا ڈھنگ نہیں ہے یہ کوئی بات ہے کہ ہم نے سنا ہے گویا آپ کا کسی بات کو سن لینا سند کے لئے کافی ہے کہ کیا آپ تک رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیث نہیں پہنچی کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے:

”كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ“

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔ (یعنی جو ہر سنی ہوئی بات بیان کرے وہ جھوٹا ہے)

(صحیح مسلم، جلد اول، ص ۸، مشکوٰۃ شریف، باب الاعتصام، فصل اول، ص ۲۸)

سوال: شامی میں لکھا ہے کہ چاروں ائمہ کرام نے اپنا مذہب قرآن حدیث بتایا ہے لہذا قرآن کریم اور حدیث کی تابعداری کیوں نہ کی جائے۔

جواب: بے شک ائمہ کرام نے یہ فرمایا ہے لیکن اس سے ہماری بات اور مضبوط ہو گئی کہ جن کا مذہب قرآن و حدیث ہو ان کی تقلید بھی یقیناً قرآن حدیث کی تابعداری ہوگی جدھر گاڑی کا انجن جائے گا تو ڈبے بھی وہیں جائیں گے۔

سوال: اجماع کی تعریف کیا ہے اور اجماع کن لوگوں کا معتبر ہے تقلید شخصی پر اجماع کب ہوا اور کن لوگوں کا؟

جواب: امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے صالح مجتہدین کا کسی ایک زمانے میں کسی امر قولی یا فعلی پر اتفاق اجماع کہلاتا ہے جب سے تقلید کی ضرورت محسوس کی گئی یعنی تبع تابعین کے دور سے آج تک تقلید شخصی پر امت کا اجماع رہا ہے تقلید کے مخالف کبھی کبھی اور کہیں کہیں دیکھنے میں آئے ہیں جیسا کہ عظیم محدث و فقیہ امام طحاوی نے درمختار کی شرح میں اس کی وضاحت کی ہے۔

هذه الطائفة الناجية المسماة باهل السنة
والجماعة قد اجتمعت اليوم في المذاهب الاربعة

هُمُ الْحَنْفِيُّونَ وَالْمَالِكِيُّونَ وَالشَّافِعِيُّونَ
وَالْحَنْبَلِيُّونَ وَمَنْ كَانَ خَارِجًا مِنْ هَذِهِ الْمَذَاهِبِ
الْأَرْبَعَةِ فِي هَذَا الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ۔
یعنی وہ ناجی گروہ جس کو اہلسنت وجماعت کہا جاتا ہے وہ چار مذاہب یعنی
حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی میں منحصر ہو گیا ہے اور فی زمانہ جو ان چاروں
کے علاوہ ہیں وہ اہل بدعت اور ناری ہیں۔

(طحاوی علی الدر المختار، جلد ۴، ص ۱۵۳)

اور جماعت اہلحدیث کے مدد و مسلم بزرگ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی
جو امام الطائفہ اسماعیل صاحب دہلوی کے دادا بھی ہیں وہ فرماتے ہیں:
وَبَعْدَ الْمَاتَيْنِ ظَهَرَ فِيهِمُ التَّمَذُّبُ لِلْمَجْتَهِدِينَ
بِأَعْيَانِهِمْ وَقُلْ مَنْ كَانَ لَا يَعْتَمِدُ عَلَى مَذْهَبٍ
مَجْتَهِدٍ بَعَيْنِهِ وَكَانَ ذَلِكَ هُوَ الْوَاجِبُ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ۔
اور دوسری صدی کے بعد لوگوں میں کسی ایک مجتہد کے مذہب کو اختیار
کرنا رائج ہو گیا اور کم ہی کوئی ایسا بچا جو کسی ایک مجتہد کا مقلد نہ ہو گیا اور
اس دور میں ایسا ہی کرنا واجب ٹھہرا۔ (الانصاف فی بیان سبب
الاختلاف، مطبوعہ مکتبہ ایشیق، صفحہ ۱۹)

کہئے شاہ ولی اللہ صاحب کے فرمان کے مطابق تو حضور نبی کریم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک سے صرف دو سو سال کا فاصلہ ہو جانے پر
لوگوں کے لئے کسی ایک امام و مجتہد کی تقلید اور اس کے مذہب کو اختیار کرنا
واجب ہو گیا تھا اور آپ آج چودہ سو سال کے بعد بھی براہ راست قرآن
وحدیث سے مسائل اخذ کرنے کے دعویدار ہیں اور شاہ صاحب کے

فرمان کو پیش نظر رکھ کر یہ بھی بتائیے کیا دوسو ہجری کے بعد ساری امت گمراہ ہو گئی تھی؟ معاذ اللہ رب العالمین۔

یہی شاہ صاحب اسی کتاب میں تھوڑا آگے لکھتے ہیں:

وبالجملة فالتمذهب للمجتہدين سیر الہمہ اللہ تعالیٰ العلماء وجمعہم علیہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ مجتہدین میں سے کسی ایک کے مذہب کو اختیار کر لینا ایک راز ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں ڈالا اور انہیں اس پر جمع کر دیا۔

الحاصل جب صرف دوسری صدی کے بعد ہی امت مسلمہ کو قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے اور ان پر صحیح معنی میں عمل پیرا ہونے کے لئے امام معین کی ضرورت پڑنے لگی تھی تو آج ہم لوگ بھی خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے کو سمجھنے کے لئے اگر مقلد ہیں تو یہ کچھ بھی جائے حیرت نہیں۔

خود حدیث شریف میں اس کی صراحت ہے حضور رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ۔ (رواہ الترمذی،

مشکوٰۃ، ص ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

ترجمہ: اللہ رب العزت میری امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا

اور جماعت کے ساتھ خدا کی مدد ہے۔ اور جو الگ رہے گا وہ بروز قیامت

بھی سب سے الگ کر کے جہنم میں جھونکا جائے گا۔

اس حدیث کو پڑھ کر اہل حدیث حضرات کو جلد دامن تقلید تھام لیتا چاہئے کیونکہ جہنم سے بچنے کی فکر کرنا بہت ضروری ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آج ساری امت کسی نہ کسی امام کی مقلد ہے۔ خواہ وہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں یا امام شافعی و مالک و ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تقلید کے مخالفین دنیا میں انگلیوں پر گننے کے لائق ہیں اور حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔

مخالفین تقلید کی قلت تعداد کا اندازہ ناظرین اس سے لگائیں کہ ابھی حال میں جب ان لوگوں نے ازراہ تخریب کاری ایک اخبار میں یہ شائع کر دیا کہ تین مرتبہ اور ایک مرتبہ طلاق دینا برابر ہے۔ تو ہندوستان بھر کے تقریباً ہر مکتبہ فکر والوں نے اس کی مذمت کی۔ اور ان بچاروں کی آواز نقار خانوں میں طوطی کی آواز کی حیثیت بھی اختیار نہ کر سکی۔ البتہ بی جے پی، اور آ ر ایس ایس کے لیڈر بہت خوش ہوئے کہ مسلمانوں میں بھی کچھ ہمارے مثل بشر موجود ہیں۔

سوال: چاروں مذکورہ اماموں میں فلاں ایک کے مسائل سچے ہیں اس کا علم مقلد کو کیسے ہوا؟

جواب: چاروں کے مسائل سچے اور حق ہیں کسی ایک امام کے مذہب کو اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے کی راہ غلط و باطل ہے اور چونکہ یہ اختلاف اپنے اپنے طریقہ اجتہاد سے پیدا ہوتا ہے اور اجتہادی اختلاف میں دونوں کا درست ہونا اور سب کو اچھا بتانا خود حدیث شریف میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے ملاحظہ فرمائیے۔

جنگ خندق سے واپسی پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہودی قبیلے بنو قریظہ پر جب حملے کا ارادہ فرمایا تو جاٹاروں کو حکم فرمایا کہ بنو قریظہ پر حملہ کرنا ہے ہر شخص عصر کی نماز وہیں چل کر پڑھے راستے میں عصر کا وقت ہو گیا تو جاٹار دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے کچھ کا خیال تھا کہ حضور کا مقصد یہ نہیں تھا کہ خواہ وقت نکل جائے مگر نماز راستے میں نہ پڑھ کر بنو قریظہ ہی میں پڑھی جائے لہذا ان لوگوں نے وقت نکلنے اور سورج غروب ہونے کے خوف سے نماز راستے ہی میں پڑھ لی اور کچھ اصحاب نے فرمایا کہ جب سرکار کا حکم ہے کہ نماز عصر وہیں چل کر پڑھی جائے ہم راستے میں نہیں پڑھیں گے خواہ وقت نکل جائے۔ یعنی ایک جماعت نے ظاہر لفظ پر عمل کیا اور دوسری نے معنی کی گہرائی پر نظر کی۔ سرکار سے جب اس امر کا ذکر کیا گیا تو ہر دو جماعتوں کو پسند فرمایا۔

حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا لَمَّا رَجَعَ مِنَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَادْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَأَنْصَلِيَ حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نَصَلِّي لَمْ يُرَدْ مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَغْنَفْ أَحَدًا مِنْهُمْ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ احزاب سے واپس تشریف لائے تو ہم لوگوں سے فرمایا کہ ہر شخص نماز عصر بنو قریظہ میں چل کر پڑھے۔ تو کچھ

حضرات کو وقت عصر راستے میں ہی ہو گیا تو ان میں بعض نے فرمایا کہ ہم نماز عصر حضور کے فرمان کے مطابق بنو قریظہ کی بستی میں پہنچنے کے بعد ہی پڑھیں گے اور بعض حضرات کی یہ رائے ہوئی کہ حضور کا مقصد یہ نہیں تھا (خواہ وقت جاتا رہے مگر نماز عصر بنو قریظہ ہی میں پڑھی جائے) بلکہ ہم لوگ نماز راستے ہی میں ادا کریں گے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب یہ بات حضور کے سامنے لائی گئی تو آپ نے دونوں جماعتوں میں سے کسی کو ناپسند نہیں فرمایا۔ یعنی دونوں کو صحیح بتایا۔

(بخاری شریف، ج ۱، ص ۱۲۹، باب صلوٰۃ للطالب والمطلوب)

بخاری کے اسی صفحے پر حاشیے میں ہے:

صلوا فی بنی قریظہ، مع ترک الوقت

یعنی ان لوگوں نے نماز عصر بنو قریظہ ہی میں پڑھی حالانکہ وقت عصر جاتا رہا تھا۔

جب ایک گروہ وقت کے اندر راستے میں اور دوسرا گروہ وقت گزرنے یعنی سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر پڑھ کر دونوں سرکار کی نظر میں اختلاف آراء و طریقہ کار کے باوجود محبوب و پسندیدہ ہو سکتے ہیں تو حنفی و شافعی و مالکی و حنبلی بھی مسائل فرعیہ میں اختلاف کے باوجود محبوب و مقبول ہو سکتے ہیں۔ اور جو پانچویں راہ اختیار کرے یعنی ان چاروں پر اعتراض کرے وہ یقیناً مردود و مقہور ہے کیونکہ وہ انہیں برا کہہ رہا ہے اور صحابہ کرام نے ایک دوسرے کو برا نہ کہا تھا اور آپس میں اختلاف کے باوجود کسی کی مذمت نہ کی تھی نہ طعن و تشنیع جیسے کہ اہل حدیث گروہ مقلدین کے

پہچان کیا ہے۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں دو حضرات سفر پر تشریف لے گئے راستے میں ایک جگہ پانی نہ ملنے کی وجہ سے مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کی۔ آگے بڑھے تو پانی مل گیا وقت باقی تھا ایک صاحب نے وضو کر کے نماز دہرائی دوسرے صاحب نے نہیں دہرائی واپسی میں دونوں نے قصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کو صحیح فرمایا کسی کو غلط نہ بتایا اور فرمایا:

”کہ جس نے نماز نہیں دہرائی اس نے سنت کے مطابق کام کیا اور جس نے دہرائی اس کے لئے دو گنا ثواب ہے۔“

(مشکوٰۃ شریف، باب التیمم فصل ثانی، ص ۵۵)

چونکہ چاروں مذاہب مقبول بارگاہ ہیں۔ لہذا جس کسی پر عمل کیا جائے وہ حق و درست ہوگا جیسے ایک سمندر سے چار نہریں نکالی جائیں تو ہر نہر سے پینے والا سمندر کا ہی پانی پیئے گا یہ چاروں مذاہب قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں لہذا ان میں سے ہر ایک کی تقلید قرآن و حدیث کی اتباع ہوگی۔

اس بات کو سمجھانے کے لئے میں ایک اور مثال لکھتا ہوں:

”ایک شاہی محل تک پہنچنے کے لئے علیحدہ علیحدہ چار راستے ہیں ایک پتھم سے دوسرا پورب سے تیسرا اتر سے اور چوتھا دکن سے اور بادشاہ کے دربار تک جانے میں پبلک میں سے کوئی کسی اور کوئی کسی راستے سے گیا ہر ایک گروہ نے الگ الگ راستہ اپنایا ظاہر ہے کہ سب بادشاہ تک پہنچ جائیں گے لیکن کچھ سر پھرے کہنے لگے کہ ہم صرف ایک راستے سے کیوں جائیں جب چاروں صحیح ہیں تو چاروں سے جائیں گے تھوڑی دیر ایک پر چلے

اسے چھوڑ پھر دوسرا پکڑا پھر لوٹے اور تیسرے پر پھر چوتھے پر، یونہی کبھی کوئی کبھی کوئی راستہ اپنایا ظاہر ہے کہ یہ بادشاہ تک کبھی نہ پہنچیں گے۔
(تیلی کے نیل کو گھر ہی کوس پچاس)

حضور نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اصحابی كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم

میرے صحابہ ستاروں کی مثل ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی کافی اختلاف رہا ہے ان میں بھی کسی ایک کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور چلئے ہم سے آپ نے یہ فرمایا کہ کس کے مسائل سچے ہیں یہ علم مقلد کو کیسے ہوگا؟ لیکن جہاں احادیث میں اختلاف ہے وہاں آپ یہ کیسے جانیں گے کہ کوئی حدیث قابل عمل ہے اور کون نہیں یا کسی محدث یا عالم کی مانیں گے تو اس کے مقلد آپ ہو جائیں گے یا نہیں؟ یا حضور انور نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بذات خود آپ کو بتانے آئیں گے کہ فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں ضعیف ہے اور بالفرض حضور تشریف لے آئے تو یہ بعد وصال تصرف ہوگا۔ جو آپ کے مذہب کے قطعاً منافی ہے۔ کیونکہ آپ کے مولوی اسماعیل صاحب دہلوی تو حضور کو مر کر مٹی میں ملنے والا لکھ چکے ہیں معاذ اللہ۔

اس سلسلے میں ایک صاف اور واضح حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں: عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول سئلت ربي عن اختلاف اصحابي من بعدى فإوحى اليّ يا محمد ان اصحابك عندى بمنزلة النجوم في السماء بعضها اقوى من بعد و لكل نور فمن

اخذ بشئ مما هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هدى
حضرت عمر ابن خطاب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے صحابہ کے درمیان آپسی
اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتایا کہ آپ کے
صحابہ میرے نزدیک آسمان کے تاروں کی مثل ہیں ان میں کچھ تارے
دوسرے تاروں سے زیادہ قوت والے ہیں لیکن نور سب میں ہے تو ان
میں اختلاف کی صورت میں کوئی شخص ان میں سے کسی کا بھی پیروکار ہوگا
وہ میرے نزدیک ہدایت اور صحیح راستے پر ہے۔ (مشکوٰۃ باب مناقب
الصحابة فصل ۳، ص ۵۵۴)

اس حدیث سے خوب واضح ہو گیا اچھے سچے حق پسند بزرگوں میں اگر
اختلاف ہو جائے تو ان میں سے کسی بھی ایک کا پیروکار حق پر ہے اور نیت
اچھی ہو دل میں خلوص ہو تو فروعی اختلاف کے بعد بھی کئی گروہ حق پر
ہو سکتے ہیں۔

اور احادیث میں بھی اختلاف کافی ہے۔ مثلاً مسلم شریف جلد اول صفحہ
۱۵۷ ”باب الوضوء من ماست النار“ میں حضرت زید بن ثابت
انصاری اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ایک
حدیث ہے ”تَوَضَّؤُ مِنْ مَّا مَسَّتِ النَّارُ“ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کو کھا کر وضو کرو۔ مسلم
شریف کے اسی صفحے پر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا
گیا کہ وضو کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے پنیر کھایا ہے اس لئے وضو
کر رہا ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”پکی

ہوئی چیزیں کھا کر وضو کرو۔

اور بخاری شریف باب مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ صَفْحہ ۳۳ پر ایک حدیث ہے: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَتَفَ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکری کے شانے کا گوشت تناول فرمایا اور نماز پڑھی لیکن وضو نہیں کیا نیز بخاری شریف کے اسی صفحے پر ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے گوشت کھانے کے بعد وضو فرمایا۔

مذکورہ بیان سے ظاہر ہے کہ ایک حدیث کے بموجب پکی ہوئی چیزوں کو کھانا ناقض وضو ہے اور دوسری سے نہیں۔ اب پتہ نہیں کہ آپ اہل حدیث کیسے بنیں گے؟ مقلد تو اس لئے نہیں بنے کہ چاروں مذاہب کے مسائل میں اختلاف ہے اب یہ احادیث کا اختلاف آپ کو اہل حدیث بھی تو نہیں بننے دے گا۔

ملاحظہ ہو۔ بخاری شریف صفحہ ۲۷ پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: تَوَضَّأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً مَرَّةً لِعَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَعْضَاءِ وَضُو كُوفٍ بَارِدٍ هَوِيَا أَوْ رَاسِي صَفْحہ پر حضرت عبداللہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعضاء وضو کو دو دو بار دھویا اور صفحہ ۲۸ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تین تین بار دھونے کی روایت ہے۔ یہاں بتائیے کہ آپ تینوں میں سے کس کو مانیں گے اور حدیث کے علاوہ کسی اور کی مدد لئے بغیر مطابقت کیسے

کریں گے؟

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱ باب "ما یوجب الوضوء" میں ایک حدیث ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ بَعْضَ أَرْوَاحِهِ ثُمَّ يُصَلِّي وَلَا يَتَوَضَّأُ. یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیوی کا بوسہ لیتے اور بغیر وضو کے نماز ادا فرما لیتے۔ اور اسی صفحہ ۴۱ پر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم اور حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ ابن مسعود سے ایک ہی مفہوم کی تین احادیث مروی ہیں: وَاللَّفْظُ لَا بِنِ عَمْرٍ مِنْ قَبْلِ امْرَأَتِهِ وَمَشَاهَا بِيَدِهِ فَعَلِيهِ الْوُضُوءُ یعنی جس نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا یا ہاتھ سے چھوا تو اس پر وضو کرنا لازم ہے۔ مزید دیکھتے چلے! مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۱ پر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِذَا مَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ" یعنی جو شخص عضو تناسل کو چھوئے تو اس کو چاہئے کہ وضو کرے اور اسی سے متصل دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا عضو تناسل کو چھونے کے بعد وضو کرنا ہوگا تو فرمایا: "هَلْ هُوَ إِلَّا بَضْعَةٌ مِنْكَ" یعنی وہ تمہارے جسم کے اور حصوں کی طرح ایک حصہ ہے یعنی اور حصوں کو چھونے سے وضو نہیں جاتا ایسے ہی اس کو چھونے سے بھی۔

علاوہ ازیں مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲ پر امیر المؤمنین حضرت عمر ابن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "الْوَضُوءُ مِنْ كُلِّ دَمٍ سَائِلٍ" یعنی اگر جسم سے خون نکل کر بہ جائے تو وضو کرنا ہوگا اور بخاری شریف صفحہ ۲۹ باب من لم یر الوضوء الامن

المخرجین میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: **لَا**
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي غَزْوَةِ ذَاتِ
الرَّقَاعِ قَرُمَى رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَتَرَفَهُ الدَّمُ فَرَفَعَ وَسَجَدَ وَمَضَى
فِي صَلَوَتِهِ. یعنی غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی موجودگی میں ایک صاحب کے بحالت نماز تیر لگا۔ اور کثرت سے
خون نکلا لیکن وہ نماز پڑھتے رہے۔

صرف وضو کے بیان سے متعلق تین چار صفحات کی ہم نے آپ کو اس
قدر مختلف احادیث دکھائیں۔ اگر ہزاروں ہزار صفحات پر مشتمل پوری
بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ وغیرہا سے چھانٹ کر احادیث مختلفہ تحریر کی جائیں
تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

اگر کسی حاجی نے حج یا عمرے کا احرام باندھ لیا ہو اس کے لئے جنگلی
جانوروں کا شکار کرنا حرام ہے اس پر سب کا اتفاق ہے لیکن اگر کوئی شخص
شکار کرے جس نے احرام نہ باندھا ہو تو اس کے گوشت کو محرم یعنی احرام
والا کھا سکتا ہے یا نہیں اس بارے میں دونوں طرح کی حدیثیں ہیں
بخاری و مسلم ہی میں دونوں طرح کی اختلافی حدیثیں حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے مروی ہیں یہ دیکھئے صحیح مسلم ج ۱، ص ۳۷۹ باب تحریم الصيد
الماکول البری

صحابی رسول حضرت صعب بن جثامہ سے مروی حدیث میں ہے کہ
انہوں نے جنگلی جانور کا شکار کر کے اس کا گوشت حضور کو پیش کیا حضور
نے منع فرما دیا اور نہ لیا اور فرمایا:

إِنَّا لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكَ إِلَّا أَنَا حُرْمٌ

ہم نے اس لئے لوٹا دیا کہ ہم احرام میں ہیں
ایک حدیث میں ہے حضور نے فرمایا: "لولا انا محرمون لقبلنا منك"
اگر ہم نے احرام نہ باندھا ہوتا تو قبول کر لیتے حضرت عبداللہ ابن عباس
اور حضرت زید ابن ارقم سے بھی ایسا ہی مروی ہے کہ حضور نے فرمایا: "انا
لا ناكله انا محرم" ہم اس کو نہیں کھا سکتے ہیں ہم حالت احرام میں
ہیں۔ اور اسی صحیح مسلم میں تھوڑا آگے اسی باب میں ص ۳۸۰ پر حضرت
ابوقنادہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حالت سفر میں شکار کیا ان کے
ساتھیوں میں سے کچھ لوگ جو محرم تھے انھوں نے وہ گوشت نہیں
کھایا آگے بڑھے تو حضور سے ملاقات ہوئی آپ سے پوچھا گیا تو آپ
نے فرمایا "هو حلال فكلوه" وہ تمہارے لئے حلال اسے کھاؤ اس
کے بعد دوسری روایت میں ہے: "انما هي طعمة اطعمكموها
الله" یہ ایک غذا ہے جو خدائے تعالیٰ سے تمہیں کھلائی۔ اور ایک روایت
میں ہے حضور نے فرمایا: "هل معكم من لحمه شئ" کیا تمہارے
پاس اس میں کا کچھ گوشت ہے یعنی حضور نے خود اپنے لئے بھی طلب فرمایا
اور کھایا حالانکہ آپ محرم تھے۔ کہئے اب کیسے بنیں گے آپ اہل حدیث
اور ان احادیث میں جن بزرگوں نے تطبیق کی صورت نکالی ہیں یا ناخ
و منسوخ یا مقبول و متروک کی وضاحت کی ہے۔ ان کی تو آپ مانیں گے
نہیں۔ خواہ وہ امام ابوحنیفہ ہوں یا شافعی و مالک و ابن حنبل یا بخاری،
مسلم، ترمذی، یا ابن تیمیہ اور ابن قیم و ابن جوزی۔ کیونکہ جس کی مانی اسی
کے آپ مقلد ہو جائیں گے اور قرآن و حدیث کے علاوہ کسی اور کی
اجماع ہو جائے گی۔ مگر ہمارے لئے تو معاملہ آسان ہے کہ ہم تو احادیث

میں تعارض کے وقت ان احادیث پر عمل کر لیتے ہیں۔ جن کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیادہ درست جانتے ہوئے قابل عمل ٹھہرایا ہے کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کے زمانہ سے نہایت قریب ہونے کی بنا پر ہم سے کہیں زیادہ احادیث کو جانتے تھے۔ اس موقع پر یہ بتادینا ضروری ہے کہ تقلید صرف ان احکام و فروعی مسائل میں کی جاتی ہے۔ جو قرآن و حدیث سے استنباط کر کے نکالے جائیں۔ رہے عقائد دینیہ اور وہ احکام و مسائل جو صراحۃً صاف طور پر قرآن و حدیث میں مذکور ہیں اُن میں ہم بھی کسی امام کی تقلید نہیں کرتے بلکہ قرآن و حدیث ہی سے سند لاتے ہیں۔ جیسے توحید و رسالت سے متعلق عقیدہ یا نماز و روزہ، حج و زکوٰۃ کی فرضیت، شراب و خنزیر کی حرمت نماز کی رکعتیں وغیرہ اس قسم کے مسائل میں ہم بھی کسی امام کے مقلد نہیں ہیں البتہ وہ مسائل جو صراحۃً قرآن و حدیث میں نہ ہوں یا ہوں۔ تو ان سے متعلق احادیث مختلف آئی ہوں تو ان میں سوائے تقلید کے چارہ کار نہیں۔ احادیث میں جو ہم نے ابھی اختلاف ذکر کیا ہے اس سے ہمارے مسلمان بھائی پریشان ہرگز نہ ہوں کہ آخر ایسا ہوا کیوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس طرح حکیم و ڈاکٹر مریض کی حالت کے اعتبار سے دوا اور نسخہ بدلتے رہتے ہیں اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر جیسی ضرورت ہوتی تھی ویسے ہی احکام صادر فرمائے اور چونکہ آپ قانون ساز تھے آپ جو فرما دیتے تھے اُسے جب چاہتے باذن الہی بدل دیتے تھے۔ اور یہ اختیارات آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کرم سے عطا فرمادیئے تھے۔

جیسے ابتدائے اسلام میں بجائے خانہ کعبہ کے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی اب اگر بالفرض کوئی شخص اس حال میں حضور کو نماز پڑھتا دیکھ کر اسی زمانے میں کسی دوسرے ملک میں چلا جائے تو وہ یہی بتائے گا کہ نماز میں قبلہ بیت المقدس ہے لیکن اس کے متعلق تو قرآن کی آیت نازل ہوگئی۔ لہذا یہ نسخ عوام و خواص تک پہنچ گیا۔ لیکن اس کے علاوہ صد ہا امور ایسے ہیں کہ صحابہ میں سے جس نے جو سنا اور حضور کو جیسے کرتے دیکھا وہی لوگوں کو بتا دیا۔ اس لئے احادیث میں اختلاف واقع ہوا۔ اب یہ چھانٹ پھٹک کرنا کہ حضور نے کوئی بات کس موقع پر فرمائی اور پھر اس کی جگہ پر دوسرا حکم کب ارشاد فرمایا۔ کوئی آیت کس موقع پر نازل ہوئی یہ سب ہمارے آپ کے بس کی بات نہیں۔ لہذا اس قسم کے امور میں ائمہ کرام کی تقلید کی جاتی ہے اور اس معاملہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ یہ تلاش کیا جائے کہ چاروں میں کون حق پر ہے بلکہ چاروں علی الحق اور مقبول بارگاہ ہیں۔ ان میں سے کسی بھی ایک کی تقلید کی جاسکتی ہے۔ جیسے حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بآں جنگ و جدال، قتل و غارت گری اور خونریزی دونوں ہی حضرات کا احترام کیا جاتا ہے۔ کسی کو بھی برا بھلا نہیں کہا جاتا۔ نہ کسی پر طعن جائز ہے۔

اور یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ چاروں پر عمل کیا جائے ورنہ لوگ جس مسئلے میں جدھر آسانی دیکھیں گے اسی پر عمل کریں گے اور آرام طلبی عیش پرستی مذہب بن جائے گا۔

جیسے امام شافعی کے یہاں جب تک جان کا خطرہ نہ ہو۔ تیمم کی اجازت

نہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں وضو کرنے سے بیماری بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے کا خطرہ ہو تب بھی تیمم کی اجازت ہے۔ لہذا اس میں امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کردہ مسئلے پر آسانی کے پیش نظر عمل کیا جائے اور جسم سے خون نکل کر بہہ جائے تو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں وضو باقی رہتا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لہذا اس مسئلے میں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کی جائے و علیٰ هذا القیاس۔

غرض کہ جدھر آرام وہی ہمارا مذہب اور اسلام، خواہشات نفس کی پیروی بن کر رہ جائے گا۔ اس آرام طلبی سے بچانے کے لئے فقہاء نے حکم دیا جو جس کا مقلد ہے وہ جملہ مسائل فرعیہ میں اسی کی تقلید کرے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی جنگل یا کسی بھی نئی جگہ یہ فیصلہ نہ کر سکے کہ قبلہ کدھر ہے اور کوئی بتانے والا بھی نہ ہو تو اس کے لئے حکم ہے کہ دماغ پر زور دے جدھر زیادہ جھکاؤ ہو اسی جانب منہ کر کے نماز پڑھ لے نماز درست ہو جائے گی۔ خواہ غلط رخ پر ہو ایسے ہی مجتہد ایسے مسئلے میں جو قرآن وحدیث میں صراحۃً مذکور نہ ہو یا احادیث متعارض ہوں غور و خوض کر کے قوت اجتہاد سے ایک رائے متعین کرے گا اس میں اگر وہ غلطی پر ہو تو بھی درست مانا جائے گا اور مقلد کے لئے اس کی تقلید لازم ہوگی۔ اور جو مجتہد نہیں وہ چاروں اماموں میں سے جس کی تقلید کرے حق پر ہوگا جیسا کہ خود خداوند کریم نے قرآن مجید میں فرمایا: لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا الْآیۃ اللہ تبارک تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

تقلید کی ضرورت ہے؟

سوال: فقہ کی موجودہ کتابوں میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جنہیں سننے سے قے آنے لگے کیا یہ مسائل بھی فی الواقع ابوحنیفہ کے ہیں؟

جواب: آپ کا سوال ادھورا ہے آپ کو وہ مسائل ذکر کرنا چاہئے تھے جنہیں پڑھنے یا سننے سے آپ کو قے آنے لگتی ہے اور اگر کسی کو قے میں مبتلا دکھا دیں تو آپ کی بات اور مضبوط ہو جائے گی۔ ورنہ ڈر و اس دن سے کہ جس دن حقیقت بے نقاب ہوگی اور غلط بیانی کی سزا ملے گی۔ اور آپ کو قے آ بھی گئی ہو تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے حق کے سامنے باطل کو تو قے آ ہی جاتی ہے۔ اور ذرا لکھئے تو کچھ پھر ہم بھی سنائیں گے آپ کو آپ کے گھر کی کہانی۔

سوال: ذرا مہربانی کر کے یہ بتائیے کہ فقہ کی موجودہ کتابوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی ہے جسے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود لکھا ہو۔

جواب: انہوں نے خود نہ لکھ کر اپنے شاگردوں سے لکھوائیں ان کے شاگردوں کی تصانیف سے ان کا مذہب ظاہر ہے آپ کی بھی نہایت مہربانی ہوگی اگر یہ بتادیں کہ حدیث کی موجودہ کتابوں میں کوئی ایک بھی ایسی ہے جس کو پیغمبر اسلام نے خود لکھا ہو یا کم از کم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عمر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لکھی ہوئی حدیث کی کوئی مشہور کتاب اس زمانے میں دکھا دیں۔

سوال: چاروں امام افضل ہیں یا چاروں خلیفہ؟ جب چاروں اماموں کی تقلید فرض ہے تو چاروں خلفاء کی ڈبل فرض کیوں نہ ہو اور چاروں خلفاء کی تقلید سے کس نے منع کیا؟

جواب: چاروں ائمہ کرام نے جو کچھ فرمایا وہ سب خلفاء کرام و دیگر صحابہ کرام کے اقوال و افعال کی روشنی میں فرمایا ہے۔ آپ بتائیے کہ مولوی ابن تیمیہ ابن قیم، اسماعیل دہلوی، قاضی شوکانی، ثناء اللہ امرتسری، میاں نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، عبدالسلام بستوی، صفی الرحمن مبارکپوری، کیا صحابہ کرام سے افضل ہیں کہ صحابہ کرام کے اقوال ہوتے ہوئے ان کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں اور ان پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ اور چاروں خلفاء میں سے کسی ایک سے مروی، منقول اس زمانے میں تمام احکام و ابواب پر مشتمل کوئی کتاب بھی دکھائیں۔

سوال: اگر چاروں امام قرآن و حدیث سے مسائل لیتے رہے تو ہمیں قرآن اور حدیث سے مسائل لینے میں غیر مقلد بن جانے کا خوف کیوں ہو؟

جواب: چلئے کم از کم آپ نے یہ اقرار کیا کہ چاروں امام قرآن و حدیث سے مسائل لیتے رہے ہم خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں ایسے اماموں کا مقلد بنادیا ہے کہ جو مسائل قرآن و حدیث سے لیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث سے مسائل لینے والوں کی تقلید قرآن و حدیث کی اتباع ہوگی اور آپ کا دعویٰ اجتہاد چھوٹا منہ بڑی بات ہے لگتا ہے کہ کل کو آپ یہ بھی کہہ دیں گے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احکام الہی وحی کے ذریعہ حاصل کرتے تھے تو ہمیں بھی وحی کے ذریعہ مسائل حاصل کرنے میں کوئی خوف کیوں ہو۔ آپ کی اس قسم کی باتوں نے فرقہ اہل قرآن کو جنم دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ قرآن کے ہوتے ہوئے کسی اور کی ضرورت نہیں اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث ہمیں کافی ہے لیکن ہم کہتے ہیں قرآن کی بھی ضرورت ہے اور حدیث کی بھی اور قرآن و حدیث

پر عمل کرنے کے لئے فقہ تفسیر اور احکام کی تھلید کی بھی ضرورت ہے۔
آپ کا یہ سوال ایسا ہی ہے جیسے کوئی بیمار یہ کہنے لگے کہ میں ڈاکٹر کے پاس
کیوں جاؤں میرے لئے ڈاکٹری کی کتابیں اور میڈیکل اسٹور بہت
کافی ہیں اور خطرناک بیماریوں کا علاج کتابوں اور دوا خانوں سے کرنے
لگے۔ بس یوں ہی سمجھ لیجئے کہ جس طرح میڈیکل اسٹورس میں دوائیں
ہیں لیکن وہ سب کے لئے نہیں بلکہ ان سے فائدہ پہنچانا ڈاکٹروں کا کام
ہے۔ یوں ہی قرآن و حدیث میں مسائل ہیں لیکن ان کو پانا مجتہدین کا
کام ہے۔

سوال: خانہ کعبہ میں چار مصلیٰ کب بچائے گئے۔ سنا ہے کہ یہ ساتویں صدی کی
بدعت ہے؟

جواب: ہم بتا چکے ہیں کہ دینی ضرورت اور اہل اسلام کی سہولت کے پیش نظر
اگر کوئی کام کیا جائے تو وہ بدعت سیئہ نہیں ہوتا حضرت عمر فاروق رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز تراویح جماعت کے ساتھ روزانہ اپنے دور میں
پڑھوائی اور فرمایا: "نفع البدعة هذه" یہ اچھی بدعت ہے۔ یعنی یہ
نیا کام اچھا ہے۔ (بخاری شریف باب قیام رمضان، ص ۲۶۹)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ہانشینوں نے مسلمانوں کی
سہولت کے پیش نظر ساتویں صدی میں چار مصلیٰ قائم کر دیئے تھے آپ
بتائیے کہ جس زمانہ میں یہ چار مصلیٰ قائم کئے گئے تھے۔ اس زمانے میں
جب کہ دنیا کے اندر لاکھوں جید علماء کرام موجود تھے کیا کسی نے اس کی
مخالفت کی؟ اور جن مشہور علماء نے مخالفت کی ان کے نام کیا ہیں؟
اور اگر آپ یہ نام نہ شمار کرا سکے تو اس پر امت کا اجماع ثابت ہو جائے گا

اور حدیث ہم نقل کر چکے کہ سرکار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی۔
یہاں ہم صحیح بخاری کی ایک ایسی حدیث نقل کر دیں کہ جس کو پڑھ کر یا تو منکرین تقلید ہوش میں آجائیں گے اور وہ ہر نئے کام خواہ وہ امت کے لئے کتنا ہی ضروری اور کیسا ہی کار خیر ہو اس کو بدعت بدعت کی رٹ لگا کر بُرا کہنا چھوڑ دیں گے یا پھر اس حدیث مبارکہ کو پڑھ کر ان کی پوری جماعت پر سناٹا چھا جائے گا۔ ہوش اڑ جائیں گے۔ آنکھیں پھٹ جائیں گی اور انہیں دن میں تارے نظر آجائیں گے یہ ایک ایسی حدیث ہے جس میں غیر مقلدیت اور وہابیت کے تقریباً سارے قلعے ڈھادیئے گئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ مَقْتَلِ أَهْلِ
الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عِنْدَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ
عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدْ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ
بِقُرَاءِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ اسْتَحَرَّ الْقَتْلُ
بِالْمَوَاطِنِ بِالْقُرْآنِ فَيَذْهَبُ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّي
أَرَى أَنْ تَأْمُرَ لِجَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ لِعُمَرَ كَيْفَ تَفْعَلُ
شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
فَقَالَ عُمَرُو اللَّهِ هَذَا خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي
حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِذَلِكَ. الخ. (الحديث)

ترجمہ: صحابی رسول حضرت زید ابن ثابت سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے موقع پر مجھ کو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق نے بلایا میں

حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کے پاس حضرت عمر بھی تشریف فرما ہیں حضرت ابو بکر نے مجھ سے فرمایا کہ یہ جناب عمر میرے پاس آئے اور بولے کہ یمامہ کے دن قرآن کے قاری بہت شہید ہو گئے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر اور جنگوں میں اسی طرح قرآن کے قاری شہید ہوتے رہے تو بہت سا قرآن ضائع ہو جائے گا۔ لہذا میری رائے ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم دے دیں میں نے (ابو بکر نے) عمر سے کہا کہ تم وہ کام کیسے کرو مجھے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا تو انہوں نے یعنی حضرت عمر نے کہا۔ لیکن اللہ کی قسم! یہ اچھا کام ہے عمر بار بار یہ کہتے رہے حتیٰ کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں نے حضرت عمر کی رائے میں مصلحت دیکھی۔ راوی حدیث جناب زید کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے مجھ سے فرمایا کہ تم ایک جوان اور عقلمند آدمی ہو ہمیں تم پر اعتماد ہے۔ اور تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی لکھتے رہے ہو۔ لہذا تم ہی قرآن کو تلاش کرو۔

جناب زید فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر وہ مجھے پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کو ہٹانے کا حکم دیتے وہ بھی مجھ پر اتنا گراں نہ ہوتا جتنا کہ قرآن جمع کرنے کا حکم مجھ پر بھاری پڑا میں نے کہا کہ آپ لوگ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ کیا اس پر حضرت ابو بکر نے کہا وہ کام خدا کی قسم بہت اچھا ہے پھر جناب ابو بکر بار بار مجھ سے یہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے میرا سینہ بھی کھول دیا۔ جس کے لئے جناب ابو بکر و عمر کا سینہ کھولا۔ پھر میں نے قرآن کی تلاش شروع کی اُسے خرے کی شاخوں پتھروں اور لوگوں کے

سینے سے جمع کرنے لگا۔ حتیٰ کہ سورہ توبہ کا آخری حصہ حضرت خزیمہ انصاری کے پاس ملا ان کے علاوہ اور کسی کے پاس نہ ملا یعنی لقد جاء کم سے ختم سورہ تک پھر یہ اوراق حضرت ابوبکر کے پاس رہے حتیٰ کہ رب نے انہیں وفات دی۔ پھر تاحین حیات حضرت عمر کے پاس پھر حضرت حفصہ بنت عمر کے پاس۔

(بخاری جلد ۲، صفحہ ۷۴۵، باب جمع القرآن اور مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۳)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں اجتماعی شکل میں نہ تھا۔ بلکہ کوئی سورہ و آیت کسی کے پاس اور کوئی سورہ آیت کسی کے پاس اس طرح متفرق طور پر لوگوں کے پاس محفوظ تھا۔ حضرت عمر فاروق نے حضرت ابوبکر سے عرض کیا اور انہوں نے حضرت زید بن ثابت کو باصرار حکم دے کر جمع قرآن کا کارنامہ انجام دیا اور سبھی حضرات نے یہ باور فرمالیا کہ کام اگرچہ نیا ہے لیکن خیر ہے اچھا ہے لہذا اس کا کرنا واجب و ضروری ہے۔

اس حدیث کا مطالعہ کرنے کے بعد کئی امور صاف ہو کر ذہن میں آتے ہیں:

(۱) اگر پہلے کے لوگوں نے کوئی کام نہ کیا ہو اور اس میں کوئی دینی اسلامی مصلحت ہو تو بعد والے لوگ اس کو کر سکتے ہیں۔

(۲) ہر نیا کام بدعت و گمراہی نہیں ہوتا جب کہ وہ کار خیر ہو اور اس میں کوئی قومی دہلی فائدہ ہو۔

(۳) دینی مدرسے، جلسے، اشاعت کتب، نیاز فاتحہ، میلاد، سلام و قیام وغیرہ اگرچہ قرونِ اولیٰ میں بعینہ موجودہ شکل پر نہ پائے جائیں۔ لیکن یہ سب کام اچھے ہیں اور ان سے بہت سے دینی قومی فائدے ہیں لہذا یہ سب

جائزہ مستحسن اور باعث اجر و ثواب ہیں۔

(۴) اگر زمانہ صدیقی میں ہر نئے کام کو بدعت بتا کر اس سے باز رہنے والے اور باز رکھنے والے لوگ موجود ہوتے تو قرآن مجیدی لازوال اور بے مثال نعمت الہیہ سے امت محروم رہ جاتی۔

(۵) معلوم ہوا کہ ہر نئے کام کے بدعت و کمرای نہ ہونے پر دور صدیقی میں صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا تھا۔ یہاں یہ کہنے کی بھی معترض کو گنجائش نہیں کہ چونکہ یہ کام دور صدیقی کا ہے اور حدیث میں ہے کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو کیونکہ حضرت صدیقی نے حضرت عمر کے اور حضرت زید نے دونوں حضرات کے فرمانے پر یہ نہیں کہا کہ خلافت راشدہ ہے۔ لہذا جو ہوگا وہ سنت ہوگا بلکہ یہ فرمایا کہ کام نیا ہے مگر بہتر ہے۔

(۶) ہر بات کے لئے یہ نہیں معلوم کرنا چاہئے کہ اس کے بارے میں وحی کب آئی کیوں کہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ رب کریم ان کے لئے اپنے بندوں کے دل کھول دیتا ہے اور انہیں توفیق خیر مرحمت فرماتا ہے۔

جس کتابچے کے سوالوں کے جواب ہم لکھ رہے ہیں کہ تقلید شخصی پر اس کے اکثر اعتراض کا جواب اس حدیث صحیح صریح میں بفضلہ تعالیٰ موجود ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَاٰخِرًا۔

سوال: اس تقلید کے بارے میں کچھ اللہ و رسول نے بھی فرمایا کہ نہیں اگر فرمایا ہے تو کیا فرمایا ہے؟

جواب: جی ہاں متعدد مقامات پر قرآن کریم نے ائمہ کرام کی تقلید کا حکم فرمایا: ملاحظہ ہو۔

تقلید کا ثبوت آیات قرآنیہ اور احادیث و تفسیر سے

آیت نمبر ۱: اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔
(سورۃ فاتحہ، پارہ نمبر ۱)

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔
کہتے سیدھے راستے کے بعد یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے کہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تم سیدھے راستے کو نہیں سمجھ سکو گے۔ ان کے نقش قدم پر چلو جن پر میرا احسان ہے۔ یہ تقلید کی طرف کھلا اشارہ ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن پر خدا نے بے پناہ احسان فرمایا۔ شیخین نے ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ھل وکان العلم عند الثریا اور ابو نعیم کی روایت میں ھل وکان معلقاً بالثریا لتناولہ رجل من ابناء فلان یعنی ایمان یا علم اگر ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو لے آئے گا۔ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲، ص ۲۹۷، بخاری، جلد ۲، مکتب التفسیر باب قولہ و آخرین منهم، ص ۲۷۷، اور الفاظ مسند احمد بن حنبل کے ہیں۔ اور مشکوٰۃ باب جامع المناقب ص ۵۷۶ بخاری و مسلم کے حوالے سے حدیث کے الفاظ یہ

قلیسی نہدی؟

ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے اوپر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

لو كان العلم بالثريا لنا له رجل من هؤلاء۔
اگر ایمان آسمان کے تارے ثریا پر بھی ہو ان فارسیوں میں سے ایک شخص اُس کو وہاں سے لے آئے گا۔

محدثین کی ایک جماعت کا خیال اس حدیث میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ آپ فارس النسل تھے اور اہل فارس میں آپ کی مثل کوئی عالم و فقیہ نہ گزرا۔

اور امام اعظم ابوحنیفہ کی شان مقام و مرتبہ تو یہ ہے کہ حضرت امام شافعی بھی جب ان کے مزار شریف پر حاضری دینے آئے تو وہاں امام صاحب کے مسلک کے مطابق نماز ادا فرمائی۔ بسم اللہ آہستہ پڑھی۔ رفع یدین نہ کیا۔ فجر کی نماز میں دعائے تقوت نہ پڑھی۔ (خیرات الحسان للامام، ابن حجر مکی، الانصاف للشاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ص ۲۸)
اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ائمہ اربعہ میں باوجود فروعی مسائل میں اجتہادی اختلاف کے ایک دوسرے سے نفرت نہ تھی بلکہ ادب و احترام کیا کرتے تھے اور بیشک چاروں مسلک حق ہیں۔

آیت نمبر ۲، اَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ
(پارہ نمبر ۵، رکوع نمبر ۵)

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے میں سے حکم والوں کی۔
بتایئے کہ یہ اللہ رب العزت اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے بعد یہ کسی اور کی اطاعت کا حکم قرآن کریم میں کیوں ہے؟

آپ کا وہ قول کہاں گیا کہ ہمیں قرآن وحدیث کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ شاید آپ یہ کہیں کہ حکم والوں سے سلاطین اسلام مراد ہیں۔ تو واضح رہے کہ سلاطین کا مرتبہ اہل علم کے بعد ہے کیوں کہ سلطان بھی علماء سے پوچھ کر ہی فیصلے کرے گا اور ان کے حکم پر اسے بھی چلتا پڑے گا۔ تبھی وہ اسلام کا سلطان کہلائے گا اور سلطان بھی تو خدا اور رسول کے علاوہ ہی ہے یا وہ آپ کا خدا ہے اور رسول۔ معاذ اللہ رب العالمین۔

آیت نمبر ۳، فَلَسْتُمْ لَآهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔

(پارہ ۱۳، رکوع ۱۲، سورۃ نمل آیت ۴۳)

ترجمہ: اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم نہ جانتے ہو۔ اس آیت میں علم والوں کی طرف لوگوں کو رغبت دلائی گئی۔ اور ان کی تقلید کا حکم دیا گیا ہے اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر علم والا ان کے بعد کوئی پیدا نہیں ہوا۔

آیت نمبر ۴، وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔ (پارہ ۲۱، سورۃ لقمان)

ترجمہ: میری طرف رجوع لانے والوں کی اتباع کرو۔

آیت نمبر ۵، فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي

الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔

ترجمہ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بھیجیں۔

(پارہ ۱۱، رکوع ۴، سورۃ توبہ آیت ۱۲۲)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر شخص پر مجتہد بننا ضروری نہیں بلکہ بعض توفیقہ نہیں اور بعض ان کی تقلید کریں۔

آیت نمبر ۶، یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ مِّنْ اٰمَانَتِهِمْ۔ (پارہ ۱۵، رکوع ۷)

ترجمہ: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر روح البیان میں لکھا ہے:

اَوْ مُقَدَّمُ فِي الدِّينِ فَيُقَالُ يَا حَنْفِي يَا شَافِعِي۔

یعنی یا امام مدنی پیشوا ہے تو قیامت میں کہا جائے گا۔ اے حنفی، اے شافعی۔

آیت نمبر ۷، وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ

جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (پارہ ۵، رکوع ۱۴، آیت نمبر ۱۱۵، سورہ نسا آء)

ترجمہ: اور جو مسلمانوں کے خلاف راہ چلے ہم اس کو اس کے رُخ پر پھیر دیں

گے۔ اور جہنم میں پہنچائیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

بتائیے یہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کے ساتھ مؤمنین

کے ذکر کی کیا وجہ ہے اور فی زمانہ عام مؤمنین کے خلاف کون چل

رہا ہے؟

آیت نمبر ۸، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔ (پارہ ۱۱، رکوع ۴)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ چاروں امام سچے ہیں۔ لہذا جو اُن کے ساتھ

ہیں ان میں سے کسی کا مقلد ہے وہ صادقین اور سچوں کے ساتھ ہے۔

مسلم شریف جلد اول باب بیان اِنَّ الدِّينَ نَصِيحَةٌ میں حضرت

نصیم داری سے مروی ہے:

حدیث (۱): اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ

وَلَائِمَةُ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے
اللہ اور اس کے رسول کے لئے اور اس کی کتاب کے لئے اور اماموں کے
لئے اور عام مؤمنین کے لئے۔ (صحیح مسلم، جلد اول، ص ۵۴)
اس حدیث کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں۔

وَقَدْ يَتَنَلَوْنَ ذَلِكَ عَلَى الْأَئِمَّةِ الَّذِينَ هُمْ عُلَمَاءُ الدِّينِ
وَأَنْ مَنْ نَصِيحَتُهُمْ قَبُولُ مَا رَوَوْهُ وَتَقْلِيدُهُمْ فِي
الْأَحْكَامِ۔

یعنی یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علماء دین ہیں اور علماء کی خیر
خواہی یہ ہے کہ ان کی روایت کردہ احادیث کو قبول کیا جائے اور احکام
دیہ میں ان کی تقلید کی جائے۔

حدیث (۲): تفسیر درمنثور فاسئلوا اهل الذکر الایۃ کی تفسیر میں
ایک حدیث حضرت انس ابن مالک سے مروی ہے:

إِنَّ الرَّجُلَ يُصَلِّي وَيَصُومُ وَيَحُجُّ وَيَغُزُّ وَإِنَّهُ
لَمُنَافِقٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ بِمَاذَا دَخَلَ عَلَيْهِ النِّفَاقُ
قَالَ لَطَعْنَهُ عَلَى إِمَامِهِ وَإِمَامَهُ مَنْ قَالَ قَالَ اللَّهُ فِي
كِتَابِهِ فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔

رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ آدمی نماز و روزہ و حج
ادا کرنے اور جہاد کرنے کے باوجود منافق ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کیوں
فرمایا اپنے امام پر طعنہ زنی کی وجہ سے امام کون ہے۔ فرمایا رب نے فرمایا
فاسئلوا الایۃ یعنی امام سے مراد اہل علم ہیں۔

حدیث (۳): مشکوٰۃ شریف باب الفرائض، ص ۲۶۴ میں بروایت بخاری ہے

کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے حضرت عبداللہ ابن مسعود کے بارے میں فرمایا کہ لا تستلوانی مادام هذا الخبر فیکم۔ یعنی جب تک تم میں ابن مسعود جیسا ذی علم موجود ہے تم مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ تقلید شخصی کا اس سے بڑھ کر ثبوت اور کیا ہوگا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے یہ نہیں کہا کہ صرف قرآن و حدیث دیکھو یہ بھی نہ کہا کہ جس سے چاہو اس سے پوچھو بلکہ فرمایا کہ صرف ابن مسعود سے پوچھو یہی تو تقلید شخصی کا مفہوم ہے۔

حدیث (۴): مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۵ بروایت ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ بیہقی کی حدیث ہے: نَضَرَ اللَّهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفَظَهَا وَوَعَلَهَا وَأَذَاهَا فَرُبَّ حَاضِلٍ فَقَرُّ غَيْرُ فَقِيهِ وَرُبَّ حَاضِلٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ۔

یعنی اللہ جلالتہ اس بندے کو خوش رکھے جس نے میری حدیث اچھی طرح یاد رکھی اور دوسروں تک پہنچائی اور بہت سے لوگ وہ ہیں کہ آیات و احادیث انہیں یاد ہیں۔ لیکن وہ انہیں پوری طرح سمجھتے نہیں۔ اور بہت سے لوگ اپنے سے زیادہ سمجھنے والوں کو پہنچا دیتے ہیں۔

شعندے دل سے سوچئے اور بتائے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان عالی کیا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ احادیث کو یاد کر لینے رٹ لینے اور ان کی گہرائی تک پہنچنے میں بڑا فرق ہے۔ اگر آپ کے دل میں ذرا بھی خوف خدا رہ گیا ہے تو ہماری پیش کردہ اس حدیث کو پڑھ کر آپ ضرور اقرار کریں گے کہ احادیث کو سمجھنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں اور مٹا مٹا پر زور دینے سے یہ بات بھی واضح ہے کہ جو خود نہیں سمجھ سکتے وہ یقیناً اہل علم فقہ کی تقلید کریں گے۔ نہ کہ یونہی اندھیرے میں لالچی چلائیں گے؟

تعجب کی بات ہے کہ جماعت اہل حدیث کا ہر فرد تو خواہ وہ دوکاندار ہو یا
کاشتکار خود کو محدث، فقیہ سمجھتا ہے اور ماں کے پیٹ سے مجتہد پیدا ہوتا
ہے اور صحابی رسول سیدنا ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ مجھ سے نہ معلوم
کرو بلکہ جو مسئلہ پوچھنا ہو وہ ابن مسعود سے پوچھو۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)
حدیث (۵): بخاری و مسلم اور مشکوٰۃ شریف ”کتاب العلم“ صفحہ ۳۶ پر حدیث ہے۔
مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ
يُعْطِي یعنی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کے معاملے میں تفقہ اور
سوجھ بوجھ عطا فرماتا ہے اور دیتا ہے خدا لیکن ہانٹنے والا میں ہوں۔

یہ حدیث بھی کھلے طور پر بتا رہی ہے کہ دین میں سوجھ بوجھ ہر ایک کو نہیں
ملتی بلکہ وہ خاص نعمت الہیہ ہے جو اپنے خاص بندوں کو بوسیلہ نبی کریم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطا فرماتا ہے ہر کس تا کس کو نہیں ملتی لہذا ان کے لئے
تقلید کے سوا چارہ کار نہیں۔

علاوہ ازیں چند احادیث ہمارے گزشتہ جوابات میں گزر چکی ہیں یہ آٹھ
آیات اور پانچ احادیث راہ حق کے متلاشی کے لئے بہت کافی ہیں حرید
ضرورت سمجھی جائے گی تو پیش کی جائیں گی۔

سوال: جب امام چار ہیں اور ان چار میں سے ایک کی تقلید کرنی ہے اور ہم جاہل
ہیں ہمیں کیا خبر کہ ان میں سے کس کے مسئلے صحیح ہیں اور کس کے غلط ہم
کیسے خفی ہشامی بن جائیں؟

جواب: اس سوال کے جواب میں ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جنگ صفین میں جو
لوگ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے انہیں یہ علم کیسے ہوا

فہمیں ضروری ہے

کہ حضرت علی حق پر ہیں اور جو حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے انہیں حضرت امیر معاویہ کے حق پر ہونے کا علم کیسے ہوا اور دونوں جانب ہزاروں صحابہ کرام تھے انہیں آپ کیا کہیں گے وہ حق پر تھے یا باطل پر؟ اور دونوں حق پر یا دونوں باطل پر یا ایک حق پر اور ایک باطل پر؟ تو کون حق پر اور کون باطل پر؟

بات دراصل یہ ہے کہ یہ سب توفیق الہی سے ہوتا ہے دل اس کے دست قدرت میں ہیں جدھر چاہتا ہے موڑ دیتا ہے اس قسم کے سوالات کرنا آپ کی بڑی نادانی اور فتنہ سامانی ہے۔

اور پھر جب یہ واضح کیا جا چکا کہ چاروں حق ہیں اور کسی ایک کو اختیار کرنا درست ہے تو پھر اس طرح کے سوالات بے محل بے ضرورت اور بکو اس ہیں جدھر طبیعت مائل ہو بے خوف و خطر اس مذہب کو اپنایئے۔ البتہ مذہب بدلنے کی اجازت نہیں کہ کبھی حنفی اور کبھی شافعی کیوں کہ یہ مذہب کے ساتھ کھلوڑ اور مذاق ہے اور پھر یہ کہ وہ جس مذہب پر ہے حق پر ہے تو پھر دوسرے کی طرف انتقال کی حاجت کیا ہے۔ حدیث شریف میں اس مذہبی تلون مزاحی کو منافق کی پہچان فرمایا گیا اور یہ حدیث ابھی مع حوالہ آگے آرہی ہے۔

سوال: اگر یہ چاروں مذہب حق ہیں تو ایک مذہب پر عمل کرنے سے حق کی تین چوتھائی ہم سے چھوٹ رہی ہے۔

جواب: کسی بات کو حق ماننا اور بات ہے اور اس پر عمل کرنا اور بات۔ مثلاً آسمانی کتابیں تو ریت، انجیل اور زبور کو ہم حق مانتے ہیں۔ لیکن آج ہمارا ان پر عمل نہیں۔ اگر ان کتابوں کا منزل من السعۃ حالت پر کوئی نسخہ آپ

کوئل جائے تو اس پر آپ عمل کریں گے یا نہیں اور جب اس پر عمل نہیں کریں گے تو کیا اس کو ناحق اور باطل کہنے کی جرأت کریں گے؟
عجب نہیں کہ کل کو آپ یہ بھی کہنے لگیں کہ قرآن و توریت، زبور و انجیل جب چاروں حق ہیں اور خدائے تعالیٰ کے کلام ہیں تو پھر صرف ایک (قرآن) پر عمل کیوں؟ اس طرح حق کی تین چوتھائیاں ہم سے چھوٹ رہی ہیں لہذا چاروں کتابوں میں نازل شدہ احکام کو اپنایا جائے۔
شاید آپ فرمائیں کہ قرآن کے ذریعے دوسرے انبیاء کرام پر نازل شدہ احکام و فرائین الہیہ منسوخ ہو گئے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ وہ ناحق باطل اور معاذ اللہ جھوٹے اور غیر آسمانی تو نہیں ہو گئے؟
الحاصل بلا تشبیہ محض بطور تمثیل عرض کر رہا ہوں کہ جس طرح قرآن کریم کے تخریف لانے اور اس پر عمل لازم ہو جانے سے دوسری آسمانی کتابوں پر عمل منسوخ ہو گیا اسی طرح کسی ایک امام مجتہد کے مقلد کے لئے دوسرے ائمہ کے مذاہب بحولہ نسخ ہیں یعنی وہ ان پر عمل نہیں کر سکتا۔
البتہ یہ فرق ضروری ہے کہ وہاں قرآن کریم پر عمل متعین ہے اور اس کے علاوہ دوسری راہ اختیار کرنا باطل و غلط ہے یعنی وہ راہ غلط نہیں ہے بلکہ اس کو اپنانا اور اختیار کرنا غلط ہے اور یہاں چاروں میں کسی ایک کا تعین نہیں ہے کہ صرف اسی کا مقلد رہے بلکہ جس کی چاہے تقلید کرے ہاں جب کسی ایک کا ہو جائے تو پھر ادھر ادھر جانوروں کی طرح منہ نہ مارے۔
اب ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ ایک شخص جنگل یا سمندر میں یا کسی ایسی جگہ ہے کہ جہاں اس کے لئے نماز میں قبلے کا تعین نہیں ہو پارہا ہے کہ کدھر منہ کر کے نماز پڑھے نہ کوئی علامت نہ کوئی نشانے والا۔ اب وہ

کیا کرے گا؟

ابوحدیث مولوی تو شاید یہ بتائیں گے کہ کبھی ادھر کبھی ادھر گھوم گھوم کر نماز پڑھتا رہے اور اگر اس سے ظن غالب یا ذہنی جھکاؤ کی بناء پر کسی ایک جانب منہ کر کے نماز پڑھی تو اس سے پوچھیں گے تجھے یہ علم کیسے ہوا کہ قبلہ ادھر ہے اور چونکہ اس کو اجازت ہے کہ اپنے گمان سے جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے اور ہر چہار طرف منہ کرنے کا حق ہے لیکن پڑھے گا ایک ہی جانب تو ابوحدیث مولوی اعتراض کریں گے کہ تو نے حق کی تمین چوتھائی کیوں چھوڑ دی۔ بلکہ کبھی ادھر کبھی ادھر گھومتا رہتا اور پورا حق ہاتھ میں لیتا۔

حدیث پاک میں ہے:

عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ ایک اندھیری رات میں سفر کر رہے تھے تو ہم نہ جان سکے کہ قبلہ کدھر ہے تو ہم میں سے ہر ایک نے جدھر جس کا منہ پڑا نماز پڑھ لی جب صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پید کر کیا گیا تو قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی:

لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُولُوْا فَثَمَّ وَجْهَ اللّٰهِ۔

پورب پچھتم اللہ ہی کے لئے ہیں تو تم جدھر منہ کرو ہر طرف اللہ کا جلوہ ہے۔ (جامع ترمذی جلد ۲، ابواب التفسیر، ص ۱۲۰)

دارقطنی اور حاکم کی روایت حضرت جابر سے یوں ہے۔

ہم سفر میں تھے آسمان میں اندھیرا تھا تو قبلے کے معاملے میں ہم حیران ہوئے تو جسکی سمجھ میں جیسا آیا اس نے اس رخ پر نماز پڑھی اور ہر ایک نے جس رخ پر نماز پڑھی وہاں ایک لائن کھینچ دی جب صبح ہوا تو پتہ چلا

کہ ہم نے قبلہ کے رخ پر نماز نہیں پڑھی ہے۔ حضور سے جب ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا تمہاری نماز ادا ہوگئی۔ (دارقطنی جلد ۱، ص ۳۸۱، فتح القدیر جلد ۱، ص ۲۷۸، مطبوعہ برکات رضا، پور بندر)

تو جس طرح یہ غلط رخ پر اختلاف جہت کے باوجود سب نمازیں ہو گئیں یونہی چاروں مسلک فروعی مسائل میں باوجود اختلاف کے حق و درست ہیں اور تو اور یہ دیکھئے آپ کی جماعت کے بہت پرانے ممدوح جناب شیخ ابن تیمیہ صاحب کیا لکھ گئے:

”جس شخص نے کسی خاص مذہب کا التزام کر لیا پھر بغیر کسی شرعی عذر یا بغیر کسی دلیل مرجع کے اور کسی مذہب کے عالم کے فتوے پر عمل کیا تو وہ شخص اپنی خواہش کا چکر و کار ہے ایک حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ شیخ ابی العباس ابن تیمیہ، ج ۲۰، ص ۲۲۰-۲۲۱، مطبوعہ بامرفہد بن عبدالعزیز، سعودیہ عربیہ)

مرتب سوالات مولوی محمد جونا گڑھی تو مر گئے لیکن شاید ہمارے اس بیان سے ان کے چیلے چانٹوں اور سوالنامہ شائع کرنے والے اہلحدیثوں کی آنکھیں کچھ کھلیں۔

انَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

خلاصہ یہ کہ چاروں مذاہب کا حق اور ان پر عمل جائز ہوتا۔ علی سبیل الانفراد والتبديل ہے نہ کی علی سبیل الجمع یعنی ہر شخص جس کا چاہے اس کا مقلد بنے نہ کہ سب کو اپنائے مثلاً کسی عورت کو دس لوگوں نے نکاح کا پیغام دیا اور اس کو سب سے نکاح کرنے کا حق ہے اور سب سے نکاح اس کے لئے جائز ہے تو ان سب سے نکاح جائز ہونے اور سب کے

پیغام قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ الگ الگ جس کسی ایک کی چاہے بیوی بن جائے نہ کہ یہ مطلب ہے کہ سب کی جو رو بیک وقت بن کر بیٹھ جائے الحمد للہ مولوی اس کو یہ مشورہ دیں گے کہ سب کی جو رو بنے اگر صرف ایک کی رہے گی تو حق کے ۹ حصے ہاتھ سے چھوٹ جائیں گے۔ کیوں کہ سب سے نکاح کرنے کا اس کو حق حاصل ہے۔

سوال: یہ ظاہر ہے کہ چاروں مذہبوں میں حلال و حرام کا فرق ہے پھر ان چاروں کو برحق ماننے اور کہنے کے کیا معنی۔ ایک ہی چیز کو ایک کہے حرام ہم کہیں سچ ہے اور دوسرا حلال کہے اور ہم کہیں سچ ہے کیا اندھیر ہے اسے ذرا تفصیل سے سمجھایا جائے ورنہ دامن تقلید ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔

جواب: جو حرام و حلال قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے صراحتاً ثابت اور نص قطعی ظاہر الدلالة منصوص ہیں ان میں ہرگز اختلاف نہیں کہ ایک نے حرام کہا اور دوسرے نے حلال۔ مثلاً جو اٹھیلنا، شراب پینا، سکر اور مردار کھانا، قتل مومن، سود لینا، زنا کرنا، جھوٹ غیبت وغیرہ ان امور کو ہرگز کسی امام نے حلال نہیں کہا سب نے حرام ہی فرمایا۔

اور نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا، حج کرنا، گائے، بکری، بھیڑ، اونٹ کا گوشت کھانا، تجارت کرنا، سچ بولنا، ماں باپ کی خدمت وغیرہ امور کثیرہ کو کوئی حرام نہیں کہتا۔ بلکہ سب کے نزدیک یہ امور خیر ہیں بلکہ ان میں سے اکثر فرض و واجب ہیں جن کو چھوڑنا حرام ہے۔

البتہ وہ امور جن کا حرام و حلال ہونا قرآن و حدیث میں صراحتاً واضح انداز میں مذکور نہیں۔ یا ان کے بارے میں حدیثیں دونوں طرح کی پہنچیں۔ یا قرآن و حدیث میں کوئی ایسا لفظ آیا کہ جس کے کئی معنی

ہو سکتے ہیں وغیرہ اس طرح کے اسباب پائے گئے تو فقہاء کرام اور ائمہ
اعلام کو غور و خوض کرنا پڑا اور قرآن و حدیث کی روشنی میں سوچ و پکار
انہوں نے کیا تو نتیجتاً کہیں کہیں اختلاف بھی ہو گیا اور ظاہر ہے کہ جن
امور میں غور و خوض اور رائے کو بھی دخل ہو۔ ان میں اختلاف کا ہو جانا
یعنی ہے۔ کیونکہ انسانی عقلیں سب ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ اور جب وہ
مسائل قرآن و حدیث میں صراحتاً مذکور نہیں تو ان میں امت کے اہل علم
و فضل اور زمانہ رسالت سے قرب رکھنے والوں کو غور و خوض کرنے کا حق
بھی سمجھ والوں کے لئے قابل قبول ہے۔

مثال کے طور پر سود سے متعلق احادیث میں صرف چھ چیزوں کا ذکر ہے،
سونا، چاندی، گیسوں، بھور، نمک یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے صرف ان چھ چیزوں میں ہی سود کا حرام ہونا ثابت ہے، باقی کسی
چیز کا ذکر حدیث میں نہیں۔ اور قرآن کریم میں تو بغیر کسی تفصیل کے
صرف کھانے کی مذمت اور اس کی ممانعت آئی ہے۔

سود کسے کہتے ہیں؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور کس حال میں سود ہے؟ اور
کس میں نہیں اس کا قرآن کریم میں بظاہر کوئی ذکر نہیں اور حدیث میں
ہے تو مذکورہ صرف چھ چیزوں کا۔ اب اگر ظاہر قرآن و حدیث پر عمل کیا
جائے تو ان چھ چیزوں کے علاوہ کسی حال میں لین دین سود نہ رہے۔ مثلاً
تانبا، پتیل، گلی، اسٹیل، لوہا، المونیم وغیرہ کسی بھی دھات میں سوائے
سونے اور چاندی کے، ہادام، مہ، اخروٹ، کاجو، پستہ اور چلغوزہ، یعنی
پھوارے اور بھور کے علاوہ تمام مغزیات میں اور جوار، ہاجرہ، چاول،
مکا، اڑ، مسور، چنا، مٹر وغیرہ گیسوں اور بھو کو چھوڑ کر تمام اناجوں میں

عقلمندی

سیب، سنترہ، آم کیلا، امرود، انار وغیرہ کسی پھل میں لوٹک، الاچھی، لہسن، پیاز وغیرہ تمام اشیاء میں گھٹا بڑھا کر اوجار نقد لین دین سب جائز و حلال ہو جائے اور سوائے ان چھ چیزوں کے کسی اناج پھل مسالے غرضیکہ کسی بھی چیز میں سود نہ رہے۔

یہاں تک کہ آج کل جو کاغذ کا نوٹ ہے اس میں گھٹا بڑھا کر لینا دینا سود نہ رہے۔ پوری جماعت اہل حدیث منکرین ائمہ و تقلید میں سے کسی سورما کے بس کی بات ہو تو سونا، چاندی، گیہوں، کھجور اور نمک کے علاوہ کسی بھی چیز میں یہاں تک کے کاغذ کے نوٹوں کے لین دین میں صرف قرآن و حدیث سے سود ہونا ثابت کرے۔

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

اور یہ بات نہایت بعید از عقل اور اسلام جیسے حکمتوں والے مذہب کے مزاج سے دور ہے کہ صرف ان چھ اشیاء میں سود حرام ہو اور باقی میں نہیں گیہوں میں سود ہو اور چاول میں نہیں، کھجور میں ہو اور مٹر، چٹا اڑد، مسور میں نہیں۔ نمک میں ہو اور شکر میں نہیں۔ چھوڑے، کھجور میں ہو اور بادام، مٹے میں نہیں۔ یہ کس قدر بعید از عقل و قیاس اور اسلام پر قابل اعتراض بات ہے۔ لہذا ائمہ مجتہدین نے غور و خوض کیا اور قیاس فرمایا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں جو سونے چاندی کا ذکر ہے اس سے مراد صرف سونا اور چاندی نہیں بلکہ ہر وہ چیز ہے جو سونے اور چاندی کی طرح قیمت بننے کی صلاحیت رکھتی ہو کیونکہ سونے چاندی سے سکے بنائے جاتے تھے جو بطور قیمت استعمال ہوتے تھے۔

اور گیہوں، کھجور، اور نمک سے مراد ان کے یہاں وہ ساری چیزیں

ہیں جو لوگوں کے کھانے کے کام میں آتی ہیں خواہ دواء کے طور پر ہوں یا غذا کے یا محض تملذذ کے لئے یعنی ”علۃ ربوا ان کے یہاں سونے چاندی میں ثمنیت ہے اور باقی چاروں میں مطعوم ہوتا۔ یعنی کھانے پینے کی چیز اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سونے چاندی میں علۃ ربوا وزن اور باقی چاروں میں کیل (ناپا جاتا) ہے۔

یعنی امام اعظم کے نزدیک سونے چاندی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو تول کر نیچی اور خریدی جاتی ہے اور گیہوں، بو، نمک اور کھجور سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ناپ کر نیچی جاتی ہے۔ (خیال رہے کہ اس زمانے میں غلے اور اناج برتنوں سے ناپ کر بیچے اور خریدے جاتے تھے)

تو امام شافعی کے یہاں لوہے، پتیل، تانبے، میں سود نہیں کیونکہ یہ اشیاء نہ تو عرفاً قیمت بنتی ہیں اور نہ کھانے پینے کے کام میں لائی جاتی ہیں لیکن امام صاحب کے یہاں ان میں بھی سود ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ وزن کر کے نیچی جاتی ہیں۔

یونہی اگر ایک اٹھارے کو دواڑوں کے اور ایک بکری کو دو بکریوں کے عوض نقد بیچے تو امام اعظم کے یہاں یہ حرام نہیں کیونکہ اٹھارے اور بکری وغیرہ یہ چیزیں ناپ تول سے نہیں نیچی جاتیں بلکہ گنتی اور شمار سے نیچی اور خریدی جاتی ہیں۔ اور امام شافعی کے یہاں یہ کمی بیشی سود و حرام ہو گئی کیونکہ اٹھارے اور بکری مطعومات سے ہیں یعنی کھائی جانے والی چیزیں ہیں۔ علی هذا القیاس۔

اس طرح اختلاف کی اور بھی سیکڑوں صورتیں بیان کی جاسکتی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر ہم صرف اتنے ہی پراکتفا کرتے ہیں۔

ناظرین! سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ اختلاف حرام و حلال کے ان امور میں نہیں جن کا ذکر واضح انداز میں قرآن و حدیث میں موجود ہو، بلکہ وہاں ہے جہاں حکم صراحۃً قرآن و حدیث میں مذکور نہیں۔ اور قرآن و حدیث ہی میں غور و خوض کیا گیا اور اسی غور و خوض کے نتیجے میں اختلاف بھی واقع ہو گیا اور جب دونوں فریق قائل ہیں اور دونوں کی نیت خیر ہے تو باوجود اختلاف کے دونوں حق پر ہیں اور دونوں ہی عند اللہ تعالیٰ مآجور و مثاب۔ اب اس بارے میں ہم ایک حدیث بھی ذکر کر دیں جس کو پڑھ کر جماعت الہمدیہ کی آنکھیں چو نہ چھایا جائیں اور اہل ایمان کے دل منور روشن ہو جائیں۔ صحیح بخاری جلد دوم باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطا صفحہ ۱۰۹۲ میں ہے:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَا فَلَهُ أَجْرٌ.

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلہ کر دے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس سے غلطی ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

اس حدیث کو سامنے رکھ کر بتائیں، مولویان الہمدیہ کہ آپ تو فرما رہے ہیں کہ حرام و حلال کا فرق ہو جائے تو دونوں حق کیسے ہو سکتے ہیں اور یہاں تو حضور اجتہاد میں غلطی اور خطا کرنے والے کو بھی اجر و ثواب کی خوشخبری عطا فرما رہے ہیں۔ یہ غلطی پر اجر و ثواب کی بشارت آپ کی ناقص و قاصر کھوپڑی میں سمانا شاید ناممکن ہوگا۔

بتائیے! اس حدیث سے دین میں اجتہاد کرنے نظر و فکر غور و خوض کرنے اور اس میں اگر خطا بھی ہو جائے پھر بھی اس کے اوپر اجر و ثواب ملنے کا ثبوت ہوا یا نہیں؟

اور چونکہ یہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ ہندوستانی آئین کی کوئی دفعہ نہیں لہذا حاکم سے مراد حاکم اسلام ہوں گے اور وہ صحیح معنی میں اہل علم ہیں بادشاہ اسلام اگر عالم نہ ہو تو اس کے لئے علماء کی اتباع اور ان کے مطابق احکام صادر کرنا ضروری ہے۔

اور جو مسائل قرآن و حدیث میں صاف طور پر نہ مل سکیں ان میں غور و خوض کرنا بھی حدیث ہی سے ثابت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ كَيْفَ تَقْضِي قَالَ أَقْضِي بِمَا فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ إِنْ لَمْ تَكُنْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ قَالَ أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي قَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ.

حضرت معاذ بن جبل کو حضور نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان سے پوچھا تم کیسے فیصلے کرو گے، کہا قرآن سے فرمایا قرآن میں نہ ملے تو، عرض کیا حضور کی حدیثوں سے۔ فرمایا اور اگر حدیث میں بھی نہ ملے تو، عرض کیا کہ ذہن پر خوب زور دیکر فیصلہ کروں گا۔ حضور نے فرمایا اس اللہ کے لئے محمد ہے جس نے اپنے نبی کے قاصد کو صحیح راستے کی توفیق عطا فرمائی۔

(ترمذی جلد ۲، باب ما جاء في القاضی یصیب و یخطئ، ۹)

ص ۱۵۹، مشکوٰۃ، ص: ۳۲۳))

اور خود قرآن کریم میں ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔

عبرت لو اے آنکھ والو۔ (پارہ ۲۸، ج ۴، سورہ حشر، آیت ۲)

عبرت کے معنی یہی تو ہیں کہ ایک چیز کو دیکھ کر غور و خوض کرنے کے بعد اس پر دوسری کو قیاس کیا جائے۔ قیاس کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔

اس آیت کے یہی معنی اہل حدیث کے دھرم گرو شاہ اسماعیل صاحب دہلوی سے بھی مروی ہیں وہ لکھتے ہیں:

اخیر درجہ قیاس کا ہے کہ مجتہدوں نے اپنے قیاس سے فَاعْتَبِرُوا يَا
أُولِيَ الْأَبْصَارِ۔ کے حکم کے مطابق نکالا۔ (تذکیر الاخوان مع تقویۃ الایمان
فصل ۶، ص ۲۳۲، مطبوعہ مکتبہ تھانوی دیوبند)

اور فرمائیے ہم سے آپ سوال کر رہے ہیں کہ اختلاف کے باوجود
چاروں حق پر کیسے ہوں گے لیکن صحابہ کرام میں جو اختلاف واقع ہوا اس
میں کس کو حق پر کہیں گے اور کس کو باطل پر؟ جیسے بخاری اور مسلم شریف
میں ہے کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طواف میں
رمل یعنی اکڑا کڑا کر چلنے کو سنت نہیں مانتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفار مکہ کے سامنے اظہار قوت کے لئے فرمایا تھا اور
اب نہ وہاں مشرک ہیں اور نہ اس عمل کی ضرورت ہے۔ اور باقی صحابہ
کرام رمل کو بعد میں بھی سنت مانتے ہیں۔ اور اس حکم کو باقی رکھتے ہیں۔

(مسلم شریف جلد ۱، ص ۴۱۱، باب استحباب الرمل فی الطواف)

اس اختلاف میں حضرت عبداللہ بن عباس کو محاذ اللہ آپ غلط مسئلہ

بتانے والا کہیں گے یا دوسرے صحابہ کرام کو یا باوجود اختلاف کے جمہور صحابہ کے قول پر عمل کر کے ہر دو فریق کا احترام کریں گے جو آپ کا جواب دے ہمارا جواب۔

یہی مشہور مفسر و محدث و فقیہ صحابی رسول سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو حضور رسالت مآب کے چچازاد بھائی بھی ہیں جن کے فضائل و مناقب احادیث و سیر کی کتابوں میں شمار سے باہر ہیں ان کے نزدیک یہ گھریلو اور پالتو گدھا حرام نہیں تھا۔ یعنی وہ اس کے گوشت کھانے کو حرام نہیں فرماتے تھے۔ جب کہ اور تمام صحابہ کرام اسے حرام کہتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے:

عمرو بن دینار کہتے ہیں میں نے جابر ابن زید سے کہا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھے کا گوشت حرام فرما دیا ہے تو انہوں نے کہا کہ حکم بن عمرو و الغفاری ہم سے بصرہ میں یہ بات بیان کرتے تھے وَلَٰكِنْ اَبَىٰ نَزْلِكَ الْبَحْرُ ابْنُ عَبَّاسٍ۔ لیکن وہ جو علم کا سمندر ہیں عبداللہ ابن عباس وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد ۲ بلب لحوم حمر الانسیۃ، ص ۸۳۰)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس اختلاف کے باوجود راوی حدیث انہیں علم کا سمندر کہہ رہے ہیں۔ اسی مفہوم کی احادیث کی شرح کرتے ہوئے شارح مسلم حضرات امام نووی لکھتے ہیں:

”گدھے کے بارے میں اختلاف ہے جمہور صحابہ و تابعین اور بعد والے لوگ اسے حرام کہتے ہیں و قال ابن عباس لیست بحرام وعن ملک ثلاث روایات الخ اور حضرت عبداللہ

بن عباس اسے حرام نہیں کہتے اور حضرت امام مالک سے تین طرح کی روایات ہیں ایک مکروہ ہونے کی اور دوسری حرام ہونے کی اور تیسری حلال ہونے کی۔ (شرح صحیح مسلم جلد ۲، ص ۱۳۹)

حضرت عبداللہ ابن عباس جن حدیثوں میں گدھا کھانے سے حضور نے منع فرمایا ہے ان کی توجیہ میں فرماتے تھے کہ گدھوں سے سامان ڈھونے کا کام لیا جاتا تھا۔ لہذا اس لئے منع فرمایا کہ اگر وہ کھائے جانے لگے تو دقت ہو جائے گی۔

صحیح بخاری جلد ۲، ص ۹۶، باب قول اللہ عزوجل ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن کے تحت ایک حدیث میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کتابیہ عورتوں سے نکاح کے مسئلے میں اختلاف مروی و مذکور ہے یعنی ان کے نزدیک نصرانیہ اور یہودیہ عورت سے نکاح جائز نہ تھا جب کہ باقی صحابہ کرام جائز کہتے تھے اور بہت سوں نے ان سے نکاح کئے بھی تھے۔

علاوہ ازیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال کہ تنیم صرف بے دھوکے لئے ہے جس پر غسل فرض ہو اس کے لئے تنیم نہیں اور باقی صحابہ ”ہر دو صورتوں میں تنیم مانتے تھے یہاں تک کہ اس اختلاف سے متعلق حدیث شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا مناظرہ بھی مروی ہے۔ حوالے کے طور پر دیکھئے۔ (مسلم شریف، ص ۶۱ اسباب التیمم)

حضرت عمر فاروق اور حضرت عمار بن یاسر کے درمیان اس مسئلے میں بحث و گفتگو والی حدیث بھی اسی مقام پر دیکھی جاسکتی ہے۔

اب بتائیے! کہ آپ ان حضرات میں سے کسی کو معاذ اللہ باطل پرست اور غلطی پر کہنے کی ہمت کریں گے یا اختلاف ہونے کے باوجود ایک پر عمل۔ لیکن دونوں فریقین کی بزرگی و برتری تسلیم کریں گے۔

کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستری کرے لیکن انزال نہ ہو یعنی منی نہ نکلے اور وہ اس سے طہیضہ ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہوا یا نہیں؟ صحیح مسلم

جلد ۱، باب ان الجماع کان فی اول الاسلام الخ ص ۱۵۵ میں

دونوں طرح کی کئی حدیثیں ہیں اور صحابہ کرام میں اس بارے میں

اختلاف ہوا اگرچہ بعد میں حضرت عائشہ سے جب یہ مسئلہ معلوم کیا گیا تو

انہوں نے یہی فیصلہ فرمایا کہ انزال نہ ہو تب بھی غسل واجب ہے لیکن

یہیں پر حضرت عثمان غنی اور حضرت ابوسعید خدری وغیرہ سے جو پانچ چھ

حدیثیں مروی ہیں کسی میں ہے اس پر غسل نہیں، کسی میں ہے صرف وضو

کر لے، کسی میں ہے شرمگاہ کو دھو لے ان سب کو حدیث کہیں گے یا کچھ

اور صحیح کہیں گے یا غلط اور ان صحابہ کو اچھا کہیں گے یا برا، تاسخ و منسوخ کا

فیصلہ کرنے والوں کی تو آپ مانیں گے نہیں کہ وہ حکم پہلے تھا اور یہ بعد

میں کیوں کہ جس نے یہ فیصلہ کیا وہ خدا اور رسول تو نہیں کوئی اور ہی ہے تو

آپ اس کے مقلد ہو جائیں گے اور خدا اور رسول کے علاوہ کسی اور کی بات

ماننا لازم آئے گا اور جو حدیثیں بغیر انزال غسل واجب نہ ہونے کے

بیان میں ہیں وہ بھی سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی سے مروی ہیں۔

ایسی کوئی حدیث لائیے جس میں خود حضور نے خاص اس مسئلے میں فرمایا

ہو میں نے پہلے یہ حکم دیا تھا اب یہ فرماتا ہوں۔ کہئے کچھ عقل آئی آپ کو

یا اب بھی ویسے ہی رہے۔

تخصیص ضروری ہے

مزید دیکھئے بخاری شریف جلد ۱، صفحہ ۱۷۱-۱۷۲ پر حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان تعذیب میت بکاء اہلہ سے متعلق اختلاف مشہور مذکور ہے۔ امیر المؤمنین فرماتے تھے کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے اور ام المؤمنین اس کے خلاف تھیں کہ گھر والوں کے رونے پیٹنے سے میت کے عذاب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب کہئے اسلام کی ان دونوں عظیم ترین شخصیتوں میں سے آپ کس کو غلط کہیں گے اور کس کو صحیح۔ کس کو حق پرست کہیں گے اور کس کو باطل پرست؟ عورت کو پکی طلاق دینے کے بعد شوہر پر اس کا نان و نفقہ عدت کے اندر ہے یا نہیں اس بارے میں ایک صحابیہ خاتون سیدتنا فاطمہ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اختلاف دیگر صحابہ اور صحابیات سے صحیح مسلم جلد ۱، ص ۳۸۵ پر مذکور ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس کے درمیان تشہد (التحیات) کا اختلاف کسے معلوم نہیں ہے حدیث کی تقریباً ساری کتابوں میں منقول ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رکوع میں دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو منع فرماتے تھے بلکہ وہ تطبیق کے قائل تھے یعنی دونوں ہاتھوں کو ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان میں رکھتے تھے جب کہ اور صحابہ کرام تطبیق کو منسوخ مانتے تھے ملاحظہ فرمائے صحیح مسلم جلد ۱، ص ۲۰۲ باب النذب الی۔

وضع لا یدی علی الركب فی الركوع و نسخ الطبیق
بتایئے یہ عبداللہ ابن مسعود بدری صحابی ہیں ابو جہل کو انہیں نے قتل کیا تھا

ان کے فضائل میں حضور سے کئی حدیثیں مروی ہیں انھوں نے اس مسئلے میں اور صحابہ سے اختلاف کیا لیکن پھر بھی آپ ان کی شان میں کچھ نہیں کہہ سکتے صحیح مسلم ہی کی دوسری جلد میں ص ۲۹۴ پر حدیثوں کا پورا ایک باب انہیں کے فضائل میں ہے حضور سے اتنے قریب تھے کہ حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ہم لوگ جب مدینہ آئے حضرت عہد اللہ بن مسعود کو اور ان کی ماں کو حضور کے گھر والوں میں سے سمجھتے تھے حضور کے پاس زیادہ آنے جانے اور ہر وقت ساتھ رہنے کی وجہ سے۔

غرضیکہ اس قسم کے بہت سارے اختلافات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان موجود تھے جو کتب احادیث میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ باوجود ان اختلافات کے عمل تو اگرچہ سب پر نہیں کیا گیا نہ سب پر ہو سکتا ہے۔ لیکن کسی صحابی رسول کو باطل پرست ناحق اور غلط راہ پر نہیں کہا جاتا اور نہ ہی ان پر لعن طعن جائز ہے بلکہ یہ کھلی گمراہی اور بد مذہبی و بد دینی ہے۔

اسی طرح ائمہ اربعہ میں کسی ایک کی تقلید کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ باقی باطل و غلط ہیں عمل خواہ کسی پر ہو لیکن حق سب کو جاننا لازم و ضروری ہے۔ یہاں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ یہ اختلاف واجتہاد کا حق ہر کس و ناکس کو نہیں اسی کو ہے جو مجتہد ہو اور یہ صحابہ مجتہد تھے۔

یہ سب ہم واضح کر چکے ہیں یعنی جو اتنا علم رکھتا ہو کہ قرآن و حدیث سے مسائل اخذ کر سکے اسکو تقلید کی ضرورت نہیں اور اس کے لئے کتنا علم چاہئے اس کی تفصیل تو کتابوں میں دیکھئے۔

حظ (الفضل الموبی) اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف اور عقد الجید شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کی تصنیف وغیرہ یہاں صرف

اتقان لیجئے کہ اس قدر علم والا گزشتہ ایک ہزار سال سے کوئی نہیں۔
مطلب یہ ہے کہ جو لوگ طیب حاذق اور ماہر حکیم ہیں ان کے لئے
دوائیں کافی ہیں انہیں کسی اور حکیم کی اتباع کی ضرورت نہیں۔
لہذا جو علی الاطلاق مجتہد مستقل ہے اس کے لئے قرآن و حدیث کافی ہے
اس کو دوسرے مجتہد کی ضرورت نہیں۔

سوال: جب ہمارے نزدیک چاروں مذاہب حق ہیں پھر الہدیت جو ایک برحق
مذہب کے مطابق آمین و رفع یدین اور سورہ فاتحہ بجاتے ہیں ان پر طعن
و تشنیع کیوں کی جائے؟

جواب: الہدیت کو بد مذہب و گمراہ و بد دین کہنا اور ان پر طعن و تشنیع کرنا اس
لئے نہیں کہ وہ آمین و رفع یدین والے ہیں بلکہ وہ مقلدین کو بدعتی و گمراہ
یہاں تک کہ مشرک تک کہتے ہیں۔ حوالے کے لئے دیکھئے جماعت المل
حدیث کے امام و پیشوا میاں نذیر حسین دہلوی کی کتاب معیار الحق بحث
تلفیق، ص ۱۸۳۔

اور الہدیت تو کسی ایک مذہب میں نہ رہ کر آزاد خیالی اور آوارہ گردی،
من مانی کو مذہب بنائے ہوئے ہیں۔

حدیث شریف میں حضور نے خود ایسے لوگوں کو منافق فرمایا ہے۔ سرکار
فرماتے ہیں۔

منافق کی مثال اس گرم بکری کی طرح ہے جو دو بکروں کے درمیان چکر
لگائے کبھی اس بکرے کے پاس پہنچ جائے اور کبھی اس بکرے کے
پاس۔ (مشکوٰۃ شریف، باب الکبائر، ص ۱۷۱)

اور تقلید پر چونکہ اجماع امت ہو چکا جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے

حوالے سے ہم پچھلے سوالات کے جوابات میں قلمبند کر چکے۔ اور اجماع امت کا منکر گمراہ ہے حدیث کے ذریعہ ہم پہلے بھی نقل کر چکے ہیں پھر یاد دلادیں۔ سرکار فرماتے ہیں:

چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں سے بچوں اور بڑے گروہ کے ساتھ رہو۔
(مخلوۃ شریف، صفحہ ۳۰)

اور فرماتے ہیں:

بڑے گروہ کی پیروی کرو جو الگ چلے گا وہ جہنم میں الگ کر کے ٹھونسا جائے گا۔ (مخلوۃ شریف، ص ۳۱)

چاروں ائمہ کے مقلدین اگرچہ مسائل فرعیہ اجتہاد یہ میں اختلاف رکھتے ہیں لیکن باہم ایک دوسرے کو برا نہیں کہتے نہ کسی امام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور غیر مقلدین ہر امام کے مقلد کو گمراہ کہتے ہیں۔ ورنہ انہیں تہلیل پر اعتراض اور اس سے متعلق سوالات شائع کرنے کی ضرورت کیوں درپیش آئی۔ بلکہ اسی کتابچے (جس کا یہ جواب لکھا جا رہا ہے) میں صفحہ ۴ پر تہلیل کو پلید کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ پوری امت مسلمہ آج مقلد ہے تو ساری امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تو محاذ اللہ پلید نہیں ہو سکتی انہیں پلید کہنے والے ہی یقیناً پلید ہیں۔

علاوہ ازیں غیر مقلدین زمانہ شیخ محمد ابن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں اور وہابی ہیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی کی ”تقویت الایمان“ پر قرآن سے زیادہ عقیدہ رکھتے ہیں جب کہ اس کتاب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مبارکہ کے بزرگوں کی شان میں صریح گالیاں لکھی گئی ہیں جس پر ساری دنیائے اسلام میں ہلچل مچ گئی لیکن فرقہ غیر مقلدین

الحدیث اب بھی اسے اپنائے ہوئے ہے۔

ضرورت پڑنے پر ہم تقویۃ الایمان کی گستاخ آمیز کفری عبارتیں مع حوالہ جات نقل کریں گے۔ اس موقع پر صرف اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے تقویۃ الایمان سے مولوی اسماعیل دہلوی کے جو کفریات شمار کرائے ہیں اور ”الکوکبة الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ“ کتاب لکھی ہے اس کا جواب ایک صدی گزرنے کے باوجود غیر مقلدین نے آج تک کیوں نہیں دیا اور بس کی بات ہے تو اب اس کا جواب شائع کریں۔

خلاصہ یہ کہ چاروں ائمہ کے مقلدین میں جو اختلاف ہے وہ مسائل میں ہے اور فروعی، اسی لئے کوئی کسی پر طعن و تشنیع نہیں کرتا سب اہل حق و صداقت ہیں اور فی زمانہ غیر مقلدین، سے اہل سنت و جماعت کا اختلاف عقائد میں ہے اور اصولی یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بے ادب گستاخ دریدہ دہن، دشنام طراز، زبان دراز اور دوسرا باادب عاشق عقیدتمند زبان کو قابو میں رکھنے والا۔

پہلے اختلاف کی مثال وہ حدیث ہے جو مع حوالہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ یعنی بنو قریظہ پر حملے کے وقت صحابہ کرام کا عصر کی نماز کے معاملے میں مختلف ہو جانا کچھ کا راستے میں اور کچھ کا وہاں پہنچ کر پڑھنا اور حضور کا دونوں کو پسند فرمانا اور وہ بھی بخاری کی حدیث جس میں ہے کہ سرکار نے فرمایا کہ حاکم اپنے فیصلے میں خاطمی بھی ہو تب بھی اس کے لئے اجر ہے۔ اور دوسرے اختلاف کی مثال حضور کا وہ فرمان ہے جس میں فرماتے ہیں ”جب تم کسی ایک کی اتباع پر متفق ہو جاؤ اور کوئی شخص تمہاری

لاٹھی کو چرنا چاہا ہے تو اس کو قتل کر دو۔

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الامارۃ، صفحہ ۳۲۰)

سوال: چاروں امام امامت کی حیثیت سے دنیا میں آئے اس سے پہلے دنیا میں سو سال گزر چکے تھے نہ یہ امام تھے نہ یہ مقلد؟ تو اس وقت کے مسلمان مسلمان بھی تھے یا نہ اور مسلمان تھے تو پورے یا ادھورے کیوں کہ تقلید تو اس وقت تھی ہی نہیں بلکہ وہ امام بھی نہ تھے جن کی تقلید شروع ہوگئی۔ اگر باوجود تقلید نہ کرنے کے وہ لوگ مسلمان تھے اور کامل مسلمان تھے تو آج اسلام کا کونسا روپ مارا جا رہا ہے جو تقلید کی ضرورت پیش آئی۔

جواب: تقلید فقیہی شرعی اصطلاحی جو دوسری صدی کے قریب مانج ہوئی اس کی تو ان لوگوں کو ضرورت ہی نہ تھی جب ضرورت درپیش آئی تب یہ مانج ہوئی۔

البتہ دور صحابہ کرام اور تابعین میں بھی ہر شخص من مانی نہیں کرتا تھا۔ نہ از خود قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرتا تھا بلکہ ان میں جو اکابر و مشائخ و مجتہدین تھے ان سے مسائل دریافت کرنے اور ان کی پیروی کرنے کا رواج تھا۔ صحابہ کرام میں چاروں خلفاء کرام اور عبداللہ ابن مسعود، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو وغیرہم مجتہدین تھے اور لوگ مسائل میں ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔

کتب احادیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان مذکور ہے:

لاتسألونی مادام هذا الخبر فیکم۔

تعلیم و تہذیب

یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا کہ مجھ سے مسائل نہ پوچھو جب تک یہ علم کا بحر ناپیدا کنار یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں موجود ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۶۳، باب الفرائض)

بلکہ حضرت ابویٰ اشعری کے اس فرمان سے تو تقلید شخصی کی تائید ہوتی ہے کہ وہ سب سے پوچھنے کے لئے نہیں فرماتے بلکہ صرف اور صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تقلید کا حکم دیتے ہیں گویا کہ اس دور مبارک میں تقلید کا مطلقاً انکار غلطی ہے، نادانی ہے۔

اور اس دور کے بعد تابعین کے زمانے میں بھی مسائل کے معاملے میں مطلق العنانی اور بے لگامی نہ تھی بلکہ کچھ ارہاب علم و فضل تھے جو مرجع خلافت بنے ہوئے تھے ان سے مسائل دریافت کئے جاتے اور اپنی شرعی ضرورتوں کے وقت ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

فعند ذلك صار لكل عالم من علماء التابعين مذهب فانتصب الي كل بلد امام الخ۔

اس طرح علماء تابعین میں سے ہر عالم کا اپنی توجیہ کے مطابق علیحدہ مسلک ہو گیا اور اس طرح ہر علاقے میں ایک امام بن گیا جیسے سعید بن المسیب اور سالم بن عبداللہ بن عمران کے بعد زہری اور قاضی یحییٰ بن سعید اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمن مدینہ طیبہ میں امام ہوئے۔

عطاء بن ابی رباح مکہ معظمہ میں ابراہیم اٹھی اور قسطنطنیہ میں حسن بصری بصرہ میں، طاؤس بن کیمان یمن میں، مکحول شام میں امام بنے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ (الانصاف فی بیان سبب الاختلاف ص ۶)

البتہ چونکہ وہ لوگ زمانہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قریب
العہد تھے۔ قلص دیندار خدائے تعالیٰ سے ڈرنے والے نفسانی
خواہشات سے دور رہنے والے تھے۔ لہذا ان کے لئے تقلید کی اتنی سخت
ضرورت نہ تھی جو بعد میں پیش آئی اور اس دور میں عام طور سے تقلید شرعی
اصطلاحی کا نہ رواج تھا اور نہ وہ علی الاطلاق شرعاً کوئی امر واجب تھا۔ نہ
اس کی ضرورت تھی۔

بعد میں جیسے جیسے زمانہ پاک رسالت مآب سے دوری کی وجہ سے اس کی
برکتیں کم ہوتی چلی گئیں لوگوں میں آزاد خیالی بے راہ روی خواہشات
نفسانیہ کی پیروی، اخلاص میں کمی پائی جانے لگی۔ عوام کا علمی معیار پہلے
کے مقابلے گھٹ گیا۔ تو تقلید کی ضرورت بھی زیادہ محسوس کی گئی اور آخر
کار دو صدی کے بعد کسی نہ کسی امام کی تقلید عوام پر واجب قرار دی گئی۔
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی مشہور کتاب "حجة الله
البالغة" میں فرماتے ہیں۔

ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد
اجتمعت الامة او من يعتد بها منها على جواز تقليد
ها الى يومنا هذا وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى
لا سيما في هذه الايام الخ۔

بیشک یہ چاروں مذاہب جو ترتیب و تحریر شدہ ہیں ساری امت اور اس کے
قابل شمار لوگ ان مذاہب کی تقلید جائز ہونے پر ہمارے زمانے تک سب
متفق ہیں اور اس تقلید میں بڑی حکمتیں ہیں خاص کر اس دور میں جو علم
حاصل کرنے کے معاملے میں حوصلے اور امت کی کمی اور خواہشات نفسانی

تھیں نہ رہی

کی پیروی کا دور ہے اور ہر رائے والے کو اپنی ہی رائے پسند آ رہی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ حصہ ۱، ص ۱۵۴، مطبع کتب خانہ شہید، دہلی)

یہاں ہم ناظرین کو یہ بھی بتادیں کہ یہی شاہ ولی اللہ صاحب ہیں کہ جماعت اہل حدیث کے علماء بھی ان کی تعریف و توصیف کرتے ہیں اور ان کی کتابوں سے سند لاتے ہیں۔ ان کی ایک کتاب "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" کا اردو ترجمہ ایک الحمدیث قاضی مولوی محمد عبداللہ نے لکھا ہے جس کا نام "فقہی اختلاف کی اصلیت" رکھا ہے الحمدیث کے مکتبہ ترجمان دہلی سے چھپ چکا ہے۔

یہ جواب دینے کے بعد ہم معترض صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جب دوسری صدی کے بعد عوامی ضرورت کے پیش نظر۔ تقلید واجب قرار دی گئی اور دنیا میں تقریباً سبھی اہل اسلام کسی نہ کسی امام کے مقلد ہو کر اسلامی احکام پر عمل پیرا ہو گئے تو ان بارہ سو سال کے مسلمان مسلمان رہے بھی یا نہیں؟

اور مسلمان تھے تو پورے یا ادھورے کیونکہ منکرین تقلید تو اس دور میں عموماً تھے نہیں۔ تو اگر باوجود مقلد ہونے کے وہ لوگ مسلمان تھے اور کامل مسلمان تو اب اسلام کا کونسا روپ مارا جا رہا ہے جو تقلید کے انکار کی ضرورت پیش آئی ہے؟

سوال: فرائض تو سب خدا تار چکا وحی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بند ہو گئی سو سال کے بعد امام دنیا میں آئے تو اب کس آسمان سے کونسا فرشتہ کونسی وحی لے کر آیا جس سے سو سال کے بعد ان ائمہ میں سے ایک ایک کی تقلید فرض ہوئی۔ یہ حنفی شافعی قرآن و حدیث میں ان کا ذکر کہاں ہے؟

جواب: آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ سے ہم مطلقاً تقلید کا ثبوت تفصیل سے بیان کر چکے کیا سورۃ فاتحہ کی یہ آیت مبارکہ:

اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم۔ (سورۃ فاتحہ)

”اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ چلا، ان کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا۔“

سے کیا یہ صاف اور واضح نہیں ہو جاتا کہ سیدھا راستہ چلنے کے لئے یونہی اٹکل بازی سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ کچھ خاصانِ خدا بندگانِ مولیٰ مردانِ حق آگاہ کی رہنمائی ضروری ہے اور ان کو اپنا پیشوا مقتدا اور امام بنانا ہوگا۔ رہا تقلیدِ شخصی شرعی اصطلاحی کا وجوب تو خیال رہے کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے یعنی جس کو کئے بغیر کسی واجب پر عمل نہ ہو سکے وہ خود بھی واجب ہوگا تو چونکہ شریعت اسلامیہ کے مطابق زندگی گزارنا ہر مسلمان پر نہایت ضروری و لازم ہے۔ اور زمانہ رسالت مآب سے دوری رکھنے والوں کے لئے شریعت اسلامیہ کو مکمل طور پر سمجھنا اور اس پر چلنا بغیر تقلیدِ ائمہ کے ممکن نہیں۔ جس طرح ان کے لئے شریعت اسلامیہ لازم و ضروری ہے اسی طرح اس پر چلنے کے لئے تقلیدِ ائمہ بھی لازم و ضروری ہے اور واجب ہے۔

آپ کا یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کسی پر نماز فرض ہو اور پانی بھی دستیاب ہے۔ مثلاً کنواں بھی ہے ڈول اور رتی بھی حاصل کر سکتا ہے اور پھر بھی مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور کوئی ذی ہوش اس سے کہے کہ تو نے تیمم کیوں کیا۔ تیرے لئے رتی ڈول حاصل کرنا کنویں سے پانی کھینچنا فرض تھا تو وہ کہے کہ وحی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بند ہو گئی تو کون

ظہیر بن زبیر

سافر شہ کو نئے آسمان سے یہ وحی لے کر آیا کہ رسی ڈول حاصل کرنا اور
کتوپس سے پانی کھینچنا اسلام میں فرض ہے۔

یا کوئی شخص باوجود مالدار مستطیع ہونے کے حج نہ کرے دولت گھر میں لیے
بیٹھا رہے اور کوئی کچھ کہے تو بولے کہ کونسا فرشتہ کس آسمان سے وحی لے
کر آیا یا قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ حج کمیشی کے دفتر سے فارم حاصل کرو
پھر اس کی خانہ پری کرو۔ ٹیکہ لگواؤ۔ بینک ڈرافٹ بنواؤ وغیرہ ان سب
امور کی فرضیت اور وجوب کہاں سے ثابت ہے؟

ان دو ہی مثالوں سے جماعت اہلحدیث کو آئینے میں اپنی صورت نظر
آ جائے گی۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

خلاصہ یہ ہے کہ جو کام لازم و ضروری یا فرض و واجب ہوتا ہے تو اس کے
وہ مقدمات و تمہیدات جن کے بغیر وہ ہو نہیں سکتا وہ سب بھی لازم و ضروری
ہوں گے۔ خواہ وہ بالتحین ہو یا بلا تحین۔

اس موقع پر ہم تھلید شخص ضروری کا مفہوم سمجھانے کی خاطر اپنے عوام
مسلمان بھائیوں کے لئے ایک مثال بھی بیان کر دیں۔

جو شخص حرم محترم مکہ معظمہ یا اس کے آس پاس کارہنہ والا ہے اس پر حج
کی فرضیت اور اس کی ادائے گی کے لئے سوائے معمولی استطاعت اور
تھوڑی سی جسمانی طاقت کے کچھ بھی فرض و واجب نہیں۔ اور جتنی
دوریاں بڑھتی جائیں گی اتنی ہی ضروریات بڑھتی جائیں گی یہاں تک
کہ دوسرے ملک کے باشندوں کے لئے فارم، فوٹو، ویزا، پاسپورٹ،
ٹیکہ، اور بینک ڈرافٹ وغیرہ بہت سارے امور لازم و ضروری ہیں۔ کہ
جن پر حج کی ادائے گی کے لئے جانا منحصر ہے۔

اسی طرح جو لوگ زمانہ پاک رسالت مآب سے ایک دم قریب ہیں ان کو اطاعت خدا اور رسول کے لئے سوائے قرآن و حدیث کے واقعی کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی اور جیسے جیسے دوریاں بڑھتی گئیں ضرورتیں بھی بڑھتی گئیں۔ یہاں تک کہ غیر مجتہد کے لئے کسی مجتہد کی پیروی لازم ہو گئی اور پھر دوسری صدی کے بعد ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید ناگزیر اور ضروری ہو گئی۔ شعر

تیرے غلاموں کا نقش قدم ہے راہ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے
اور اب جو نہ خفی ہے نہ شافعی نہ مالکی اور نہ حنبلی وہ گمراہ ہے وہ منوالہ
ماتولی کا انتظار کرے اور نصلہ جہنم کے لئے تیار رہے اور پھر
سناہ ث مصیراً کا انجام دیکھے۔

اب ہم جماعت اہلحدیث کے دادا بزرگوار مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی تصنیف ”الانصاف فی بیان سبب الاختلاف“ کی ایک عبارت نقل کر دیں جس کے ذریعہ شاہ صاحب کے قلم سے ہی اس اعتراض کا نہایت عمدہ جواب ہو جائے فرماتے ہیں:

فان قلت کیف یکون شیئی واحد غیر واجب فی
زمان واحباً فی زمان آخر مع ان الشرع واحد۔
قلت الواجب الاصلی هو ان یکون فی الامة من
يعرف الاحکام الفرعیہ من ادلتها التفصیلیة اجمع
على ذالك اهل الحق ومقدمة الواجبة واجبة فاذا
كان للمواجب طرق متعددة وجب طریق من تلك

الطرق من غير تعين واذا تعين له طريق واحد
وجب ذلك الطريق بخصوصه كما اذا كان رجل
في مخصصة شديدة يخاف منه الهلاك وكان لرفع
مخصصة طرق من شراء الطعام والتقاط الفواكه من
الصحراء واصطياد ما يتقوت به وجب تحصيل
شيئاً من هذه الطرق لاعلى التعين فاذا وقع في
مكان ليس هناك صيد وفواكه وجب عليه بذل
المال في شراء الطعام وكذلك كان للسلف طرق
في تحصيل هذا الواجب وكان الواجب تحصيل
طريق من تلك الطرق لاعلى التعين ثم انسدت تلك
الطرق الاطريق واحد فوجب ذلك الطريق
بخصوصه وكان السلف لا يكتبون الحديث ثم
صار يومنا كتابة الحديث واجبة لان رواية
الحديث لا سبيل لها اليوم الا بمعرفة هذه الكتب
وكان السلف لا يشتغلون بالنحو والغة وكان
لسانهم عربياً لا يحتاجون الى هذه الفنون ثم
صار يومنا هذا معرفة اللغة العربية واجبة لبعد
العهد عن العرب الاول وشواهد مانحن فيه كثيرة
جداً وعلى هذا ينبغي ان القياس وجوب التقليد
لامام بعينه.

ترجمہ: اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک وقت

میں کوئی چیز واجب نہ ہو اور دوسرے وقت میں وہی چیز واجب ہو جائے دراصل ایک شریعت ایک ہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ امر واجب دراصل یہ ہے کہ امت میں کوئی شخص ایسا ہونا چاہئے جو فردی احکام شریعت کا علم اس کے تفصیلی دلائل کے ساتھ رکھتا ہو اس بات پر سب اہل حق متفق ہیں اور جس پر کوئی امر واجب موقوف ہوتا ہے وہ بات بھی واجب ہوتی ہے اور جب ادائے واجب کے متعدد طریقے ہوں تو ان میں سے کسی ایک طریقے کو اختیار کرنا لازم ہوگا اس کے لئے کسی خاص طریقے کا تعین لازم نہیں اور جب اس کا ایک ہی طریقہ ہو تو خاص وہی طریقہ لازم ہوگا۔ جیسے کہ ایک شخص بھوک کی شدت میں مبتلا ہو اور اسے ہلاک ہو جانے کا ڈر ہے (اور جان بچانا واجب ہے) اور بھوک دور کرنے کے مختلف طریقے اس کے بس میں ہوں مثلاً کھانا خرید سکتا ہے، جنگل سے پھل توڑ سکتا ہے اور کسی حلال جانور کا شکار بھی کر سکتا ہے تو اس کو جان بچانے کے لئے بلا تعین ان میں سے کسی ایک طریقے کو شرعاً اختیار کرنا واجب ہوگا، لیکن وہ کسی ایسے مقام پر ہو جہاں نہ شکار ہو نہ پھل تو اس کے لئے صرف اور صرف ایک ہی طریقہ یعنی مال خرچ کر کے کھانا خریدنا واجب ہے (تو یہ کھانا خریدنا واجب نہیں لیکن جان بچانے کے لئے خریدنا واجب ہو گیا کیونکہ جان بچانا واجب ہے)

اسی طرح اسلاف کے پاس واجب اصلی (یعنی) احکام شرع سے واقفیت حاصل کرنے کے اور بھی طریقے تھے اور ان طریقوں میں سے

کسی ایک کو اختیار کرنا واجب تھا کسی خاص طریقے کا تعین ضروری نہ تھا پھر جب سوائے ایک طریقے کے سارے طریقے ختم ہو گئے تو یہی مخصوص طریقہ (یعنی تقلید) واجب رہا، چنانچہ سلف میں حدیثیں نہیں لکھی جاتی تھیں لیکن آج حدیثیں لکھنا واجب ہے کیونکہ آج کتب احادیث کے سوا حدیثوں کی روایت کی اور کوئی صورت نہیں اسی طرح اسلاف علم نحو و لغت حاصل نہ کرتے تھے، کیونکہ عربی ان کی اپنی زبان تھی اور انہیں ان علوم میں سرکھپانے کی ضرورت نہ تھی لیکن ہمارے اس زمانے میں عربی زبان کا علم باقاعدہ حاصل کرنا واجب ہو گیا۔ کیونکہ سابقہ اہل عرب کا زمانہ بہت دور چلا گیا۔ اس طرح ہمارے اس بیان کی اور بھی بہت ساری مثالیں ہیں (یعنی جس طرح نحو و لغت و کتابت احادیث اور ان کی اسناد کا حصول واجب ہے) اسی پر ایک معین امام کی تقلید کے واجب ہونے کو بھی قیاس کرنا چاہئے۔

(الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، ص ۲۲، مکتبہ ایشیق ٹرکی)
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ بیان لکھنے کے بعد ہمیں تقلید شخصی پر مذکورہ سوال کے جواب میں اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ البتہ پلٹ کر ان سے ایک سوال ہم بھی کر دیں۔

معارض صاحب یہ بتائیں کہ علم اسناد حدیث و احوال رواۃ اور نحو و صرف و لغت کا سیکھنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں ہے تو الحمد للہ کے مدارس میں یہ داخل نصاب کیوں ہے اور اگر کہئے کہ واجب ہے تو فرائض تو سب خدا تار چکا وحی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بند ہو گئی۔ تو اب کس آسمان سے کونسا فرشتہ کونسی وحی (معاذ اللہ) لے کر آیا کہ جس

سے اسناد حدیث و احوال روادِ انھو صرف ولقت کا سیکھنا واجب ہو گیا؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صناد آ گیا

سوال: اہلسنت و جماعت کی کیا تعریف ہے جب کہ مقلد نہ سنت سے دلیل لے سکتے جماعت صحابہ کے جماع سے پھر اس کو اہلسنت و جماعت کیوں کہا جائے؟

جواب: ایک حدیث شریف میں ہے تم پر میری اور میرے راہ یاب ہدایت یافتہ جانشینوں کی سنت اور ان کا طریقہ لازم ہے اور دوسری حدیث میں سرکار نے فرمایا کہ اللہ کی مدد جماعت کے ساتھ ہے۔ تو پہلی حدیث میں وارد لفظ سنت اور دوسری کا جماعت ملا کر اہلسنت و الجماعت لفظ بن گیا گویا کہ اہلسنت وہ جماعت ہے جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت پر ایمان رکھنے کے بعد آپ کے خلفاء اور جانشینوں محبوبانِ بارگاہ کو پیشوا اور مقتدا مانتی ہے۔ اور آپ کے طریقہ زندگی کو سمجھنے کے لئے ائمہ کرام کی تقلید بھی کرتی ہے اور مقلد سنت رسول تک ہی پہنچنے کے لئے ائمہ کرام کی تقلید کرتا ہے نہ کہ دولت مند امیر و رئیس و وزیر بننے کے لئے لہذا آپ کا یہ اعتراض بیکار ہے کہ مقلد سنت سے دلیل نہیں لے سکتا اور یہ سراسر آپ کا الزام اور بہتان ہے۔

بتائیے! کہاں کوئی کتاب میں کس نے لکھا ہے مقلد کے لئے مطلقاً سنت سے دلیل پکڑنا منع ہے البتہ وہ مسائل و احکام فروریہ جو صاف اور صریح طور پر قرآن و حدیث میں مذکور نہیں ان میں عام آدمی سنت سے دلیل کیسے لائے گا۔ آپ بتائیے چوہا چھو نہ در اگر کھانے پانی میں منہ ڈال دے تو وہ پاک ہے یا ناپاک؟ اور اس کا کھانا چھونا جائز ہے یا نہیں؟ اس

فہرست مضامین

مسئلے کا جواب صرف کتاب وسنت سے دیجئے یعنی قرآن وحدیث میں چوہے اور چھوٹے کا نام دکھائیے۔ یہ بھی بتائیے کہ بے ہوشی سے وضو ٹوٹتا ہے کہ نہیں یعنی وضو توڑنے والی چیزوں میں قرآن وحدیث کے اندر بے ہوشی کا لفظ دکھائیے اور کتاب وسنت یعنی صرف قرآن وحدیث سے دلیل لے کر یہ بھی بتائیے کو کوئی شخص ایک کلو بادام ڈیڑھ کلو بادام سے نیچے نقد یا ادھر تو سود و حرام ہے کہ نہیں؟

سوال: قیامت کے دن حمد الہی کا جھنڈا صرف پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا یا ان چاروں اماموں کے جھنڈے الگ الگ لہلہا رہے ہوں گے۔ حوض کوثر صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہی ہوگا یا چاروں اماموں کے بھی ہوں گے اگر صرف حضور ہی کے ساتھ ہے تو ہم ادھر ادھر منہ کیوں ماریں۔

جواب: لواء الحمد یعنی حمد الہی کا مخصوص جھنڈا تو از روئے حدیث یقیناً سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے دست پاک میں ہوگا۔ لیکن آپ بتائیے کہ چاروں امام جنہوں نے عمر بھر عبادت و ریاضت درس و تدریس اور سرکار کے دین کی خدمت کی وہ اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے یا نہیں؟ اور جب وہ اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے تو جوان کے ساتھ ہوگا ان کے دامنوں سے لپٹا ہوگا اور ان کے قدموں میں گرا ہوگا وہ بھی اس جھنڈے کے نیچے آئے گا کہ نہیں؟

یونہی حوض کوثر کے مالک تو بیشک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں لیکن آپ بتائیے کہ حوض کوثر کے یہ جام ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ امام شافعی امام مالک امام احمد بن حنبل کو سرکار کے دست پاک سے ملیں گے یا نہیں؟

اور جب یہ حضرات حوض کوثر کی طرف بڑھیں گے تو ان کے مقلدین و تبیین و نام لیا ان کے پیچھے پیچھے قطاروں میں چلیں گے تو کیا یہ اپنے جانثاروں کو دھکے دے کر ہٹائیں گے؟

اور بتائیے مقتدی امام کے پیچھے ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ مالک حوض کوثر سرکار ہیں لواء الحمد یومئذ بیدی آپ ہی کے لئے زیبا ہے لیکن قرآن کریم (پارہ ۱۵، رکوع ۷) کی یہ آیت کریمہ کیوں بھول گئے جس میں رب فرماتا ہے:

يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ اُنَاسٍ مِّمَّا مَآوَاهُمْ۔

یعنی روز قیامت ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اور قرآن کریم ہی سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام کے صدقے میں ان کے اعماموں سے صدیقین و شہداء اور صالحین یعنی خدائے تعالیٰ کے نیک بندے بروز قیامت مواقع رحمت و جنت میں تنہا نہیں ہوں گے بلکہ اپنے ساتھ کچھ اوروں کو بھی لئے ہوں گے۔ دیکھئے رب فرماتا ہے:

فَاُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْحَمْدِيقِينَ وَالشَّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ اُولَئِكَ رَفِيقًا۔

”جو اللہ و رسول کا حکم مانے تو ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔“ (سورہ نساء، پارہ ۵، رکوع ۶)

یہ تو طے ہے کہ یقیناً شفاعت کبریٰ کا تاج آمنہ کے لال مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سجایا جائے گا اور حوض کوثر اور لواء الحمد

کے حقدار بروز قیامت مالک و مختار آپ ہی ٹھہرائے جائیں گے لیکن احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کے صدقے میں آپ کی امت کے کچھ مبارک افراد نفوس قدسیہ بھی خلق خدا کو راحت پہنچائیں گے۔ رحمت الہی کی بارشوں میں غسل کرائیں گے، گناہوں خطاؤں کی ناپاکی سے چھٹکارا دلائیں گے۔ اور اپنی شفاعت سے جنت عطا فرمائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ملاحظہ فرمائیے چند احادیث۔

حدیث: بخاری و مسلم میں ہے:

فَيَقُولُ اللَّهُ شَفَعْتَ الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ وَالْمُؤْمِنُونَ
وَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ
النَّارِ. الخ الحديث.

خدائے تعالیٰ فرمائے گا (بروز قیامت فرشتے بھی شفاعت کر چکے انبیاء بھی اور ایمان والے بھی اب صرف ارحم الرحمن باقی رہا پھر اپنے دست قدرت کی ایک مٹھی بھر کر جہنم سے نکالے گا۔ (صحیح مسلم جلد ۱، ص ۱۰۳، اور مشکوٰۃ شریف، باب الحوض والشفاعة، ص ۴۹۰)

اور اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ مومنین سے فرمایا جائے گا: اخرجوا من عرفتم یعنی تم جس کو پہنچانتے ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔ اب بتائیے یہاں تو حدیث میں عام مومنین کی شفاعت کا یہ حال ہے پھر ائمہ اربعہ خاص کر سیدنا امام ابو حنیفہ جیسے کامل الایمان جنہوں نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہو بروز قیامت ان کی فیض رسانی، نفع بخشی، اور جنت لوازی کا کیا عالم ہوگا۔

حدیث: ترمذی، دارمی، اور ابن ماجہ میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي الْجَدْعَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ

بِشَفَاعَةِ رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَكْثَرُ مِنْ بَنِي تَعِيمٍ۔

”حضرت مہدالہ بن ابی جہدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں

نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت کے ایک شخص

کی شفاعت سے اتنے لوگ جنت میں جائیں گے جن کی تعداد قبیلہ بنو تمیم

کے افراد سے بھی زیادہ ہوگی۔“ (مشکوٰۃ ص ۳۹۳، ترمذی جلد ۲، ص ۶۷،

باب ماجاء فی الشفاعۃ)

حدیث: مشکوٰۃ شریف اور ابن ماجہ میں ہے:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَلَاثَةُ الْأَنْبِيَاءِ

ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ۔

”سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا۔ بروز قیامت تین گروہ شفاعت فرمائیں گے

پہلے انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔ (ابن ماجہ ص ۳۳۰، باب ذکر

الشفاعۃ، مشکوٰۃ ص ۳۹۳، باب الحوض والشفاعۃ)

حدیث: ترمذی شریف میں ہے:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مَنْ يَشْفَعُ الْفِتَامَ

مِنَ النَّاسِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلْقَبِيلَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ

لِلْعُصْبَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَشْفَعُ لِلرَّجُلِ حَتَّى يَدْخُلُوا

الْجَنَّةَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ۔ ۱۳۰

میری امت کے کچھ لوگ کئی جماعتوں کی شفاعت کریں گے
اور کچھ ایک قبیلے کی اور کچھ چند لوگوں کی اور کچھ صرف ایک شخص کی
یہاں تک کہ یہ لوگ ان کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔
امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (ترمذی جلد ۲،
ص ۶۷، باب ماجاء فی الشفاعۃ)

ان احادیث کے ہوتے ہوئے کوئی بالکل کھلا گمراہ ہی ہوگا۔ جو بروز
قیامت امت محمدی کے علماء و صلحاء و ائمہ کی شفاعت کا مطلقاً انکار کرے
اور یہ بکواس کرے کہ حمد الہی کا جھنڈا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
ہاتھ میں ہوگا اور مالک حوض کوثر آپ ہوں گے پھر ہمیں ادھر ادھر منہ
مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور یہ بھی جان لیجئے کہ حضور کے جانشینوں کی
تقلید ادھر ادھر منہ مارنا نہیں بلکہ حضور کی ہی اطاعت اتباع اور پیروی ہے۔
اور حدیث شریف میں نام لے کر علماء کے لئے فرما دیا گیا کہ قیامت کے
روز ۳ گروہ شفاعت فرمائیں گے۔ انبیاء، علماء اور شہداء تو ائمہ اربعہ سیدنا
امام ابو حنیفہ، امام الکر، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اجمعین تو ایسے علم والے ہیں کہ لاکھوں علماء عالم کو ان کی غلامی پر فخر ہے۔
خلاصہ یہ کہ آیات قرآنیہ و احادیث مصطفویہ سے یہ بات خوب واضح
ہوگئی کہ بروز قیامت سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربار فیض عام
تو سجا ہی ہوگا۔ آپ کی امت کے علماء و صلحاء و شہداء کی کرم فرمائیاں، بندہ
نوازیوں اور غلام پروری کے جلوے بھی قابلِ نگارہ ہوں گے۔

سوال: اگر کسی مقلد کے پاس کوئی صحیح حدیث پہنچے اور وہ اس کے کلام کے قول کے
خلاف ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے اور جو یہ کہہ کر اس حدیث کو ٹال دے کہ

یہ میرے مذہب میں نہیں وہ مسلمان رہا یا اسلام سے خارج ہو گیا۔
جواب: یہ سوال کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ آج اسے یہ پتہ
کیسے چلے گا کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون غیر صحیح۔ یہ پتہ کرنے کے
کون کون سے راستے ہیں ان سب کی وضاحت کرنا بھی آپ پر لازم
ہے۔ حیرت ہے چودہ سو کچھ سال ہو گئے مگر اسلام علیہ السلام کے
وصال مبارک کو اور ان کی حدیثوں کے صحیح و سقیم ہونے کا فیصلہ اب ہو گا۔
آپ کو یہ بھی لکھنا چاہئے تھا کہ کس امام کے مذہب میں کون کون سے
مسئلے کس کس حدیث کے خلاف ہیں؟ اور اس حدیث کے صحیح ہونے
پر کس نے مہر لگائی ہے؟ اور وہ مہر لگانے والا اس امام کے ہم پہلو اور برابر
ہے یا نہیں؟ اور وہ مذہب امام کے خلاف حدیث کو صحیح کہنے والا اس امام
سے بعد میں پیدا ہوا یا پہلے؟ اور کن کن وجوہ سے حدیث صحیح ہو جاتی ہے
اور ان وجوہ میں سے کتب اصول میں عمل المل علم واجتہاد بھی ہے کہ نہیں؟
اور امام ترمذی نے مجمع بین الصلا تین کے بیان میں ایک حدیث کے
راوی حش بن قیس کو ضعیف قرار دے کر اور حدیث کے ضعف کی طرف
اشارہ کر کے یہ جو فرمایا ہے کہ والعمل علی هذا عند اهل العلم
اس کا کیا مطلب ہے؟

خلاصہ کلام یہ کہ مقلد کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے امام کے مذہب پر قائم
رہے کیونکہ وہ اس امام سے زیادہ حدیث کے صحیح اور غیر صحیح ہونے کو نہیں
جانتا۔ اور جو کچھ جانے گا وہ کسی محدث کی کتاب میں پڑھ کر یا کسی مولوی
کی زبان سے سن کر تو وہ بجائے اپنے امام کے اس محدث یا مولوی
کا مقلد ہو جائے گا۔ یعنی اس کو اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنا پڑے گا۔ تو پھر

کونسی صفت؟

اس پر بھروسہ کرنے کے بجائے اپنے امام ہی پر کیوں نہ بھروسہ کرے،
خواہ مخواہ ادھر ادھر منہ مارتا پھرے اور بالفاظ حدیث منافق کہلائے۔
حضرت امام محمد غزالی فرماتے ہیں:

مخالفتہ للمقلد متفق علی کونه منکراً بین المَحْصِلَینِ
سارے بڑے بڑے علم والوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مقلد کا
اپنے امام کی مخالفت کرنا شریعت کے خلاف اور بری بات ہے۔
(احیاء علوم الدین جلد ۲، کتاب الامر بالمعروف الباب الثانی
الرکن الثانی، ص ۳۲۱، مطبوعہ سورت)

اور یہی امام غزالی کی سیما سعادت میں یوں لکھتے ہیں:
مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزدیکیست روانبود
اپنے امام کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔
(کیمیائے سعادت اصل نہم، ص ۳۹۵، مطبوعہ تہران، و مترجم
اردو ص ۲۲۹، مطبوعہ ادبی دنیا نیا محل دہلی)
یہ امام غزالی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے علم و فضل پر امت مسلمہ کو تازہ ہے
اور خود شاہ ولی اللہ صاحب بھی فرما گئے۔

والمرجع عند الفقهاء ان العلمی المنتسب الی
مذہب له مذہبٌ فلا تجوز له مخالفتہ
اہل علم میں یہ بات طے ہو چکی کہ عام آدمی جو کسی مذہب کی طرف منسوب
ہے اور اس کا مقلد ہے اس کے لئے اس مذہب کی مخالفت جائز نہیں
ہے۔ (معد الجہد، ص ۵۸، باب مجہد مطبوعہ استامبول ترکی)
خیال رہے کہ کتابوں کی شکل میں حدیث لکھنے کا کام باضابطہ طور پر حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے دو سال گزرنے کے بعد ہوا ہے۔ تو اس دو سو سال کے عرصے میں کون سی حدیث کس کس سے روایت ہو کر کس طرح کس کے پاس پہنچی اس سب کی چھان پھان الہ حدیث مولوی بتائیں یہ آج کس کے بس کی بات ہے اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ حدیث یا نقل حدیث یا اسماء الرجال کی جتنی کتابیں آج پائی جاتی ہیں اور جن کو پڑھ پڑھ کر نا مقلدین صحیح و غیر صحیح کے فیصلے کرتے ہیں، ان سب کے مصنفین امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کم از کم سو سال بعد کے ہیں۔

معرض صاحب صاف صاف بتائیں کہ کسی کتاب میں پڑھ کر یہ فیصلہ کرنا کہ یہ حدیث ایسی ہے اور یہ ایسی یہ اس کتاب لکھنے والے پر اعتماد اعتبار بھروسہ اور اس کی تقلید ہے یا نہیں؟ مقلدین سے ہر بات کی دلیل کا مطالبہ قرآن و حدیث سے کرنے والے اور ائمہ اربعہ کی تقلید کو قرآن و حدیث کے خلاف اور حرام، یہاں تک کہ شرک لکھنے والے اگر شرم و حیاء رکھتے ہیں تو بتائیں کوئی آیت اور کس حدیث میں ہے کہ امام بخاری اور ترمذی بلکہ امام احمد اور ابن احمد ذہبی جس حدیث کی تصحیح و تخریج کر دیں وہ واقع میں وہی ہی ہے؟

قرآن و حدیث میں کہاں آیا ہے کہ ذہبی و عسقلانی بلکہ نسائی و ابن عدی و دارقطنی، یحییٰ بن قطان، یحییٰ بن معین و شعبہ و ابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حق و درست و صحیح ہے؟

جب احکام و مسائل میں آپ کے نزدیک امام اعظم و امام شافعی و مالک و احمد بن حنبل ناقابل اعتبار ہیں اور ان کی ماننا حرام ہے تو پھر حدیثوں کی

صحت و جرح میں ان مصنفین، ناقدین، محدثین کی کیوں مانی ہے۔
اور طرفہ یہ کہ محدثین تو خود ہی مقلدین تھے تو ان کی لکھی کتابیں تو آپ کو
چھوٹا بھی نہیں چاہئے اور ان کے مقلد ہونے کا اقرار خود آپ کے بڑے
مولانا صاحب نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی کیا ہے۔ ائمہ شافعیہ
کی صنف ثانی یعنی جو صحبت سے مشرف نہ ہوئے ان کا ذکر کرتے ہیں:

واما الصنف الثانی فمنہم محمد بن ادریس الرازی
محمد بن اسماعیل البخاری، ومحمد بن علی
حکیم الترمذی۔

یعنی دوسری قسم کے ائمہ شافعیہ میں سے محمد بن ادریس رازی محمد
بن اسماعیل بخاری اور حکیم ترمذی ہیں۔ (ابجد العلوم، ص ۱۱۸)
اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

ومن هذا القبیل محمد بن اسماعیل البخاری فانہ
معدود فی طبقات الشافعية۔

اور اس قسم کے افراد میں محمد بن اسماعیل بخاری بھی ہیں کیونکہ ان
کا شمار بھی شافعی طبقات میں ہے۔ (الانصاف، ص ۲۱)

الحاصل منکرین تقلید (جماعت اہل حدیث) بتائے ان کے یہاں حدیث
کے کمرے کھوٹے کوپر کھنے کا معیار کیا ہے سوائے اس کے کہ بخاری
و مسلم میں جو دیکھ لیا اس پر ایمان لے آئے تو ذرا یہی بتائیے کہ بخاری
و مسلم کی ساری حدیثوں کو صحیح مانتے ہوئے کیا ان پر آپ کا عمل ہے؟

بخاری و مسلم کی سیکڑوں احادیث ایسی ہیں جن پر آپ کا عمل نہیں میں ایسی
حدیثوں کی ایپ لمبی فہرست پیش کر سکتا ہوں اور ضرورت پڑی اور بات

آ کی بڑھی تو کی بھی جائے گی اور آپ کا یہ اعتراض کہ مقلد کو حدیث تک
ملے تو اسے کیا کرنا چاہئے جب کہ وہ حدیث اس کے امام کے خلاف ہو
اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ
والرضوان نے مستقل ایک کتاب ۱۳۱۳ھ میں یعنی اب سے تقریباً ایک
سو پندرہ سال پہلے تصنیف فرمائی جس کا نام (الفضل الموهبی فی
معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی) ہے بڑے سائز کے
۲۵ صفحات پر مشتمل ایک کتاب میں جماعت احمدیہ کے سارے
مکرود جل، کید و فریب ہباء منشور کر دیئے۔ سو سال سے زیادہ گزرنے
کے باوجود آج تک اس عظیم کتاب کی طرف سے پوری جمعیت میں سناٹا
ہے اور کوئی سورما ایسا پیدا نہ ہوا جو اس کے جواب کی ہمت کرتا۔ اور آج
تک مکرین تقلید کے قلم خاموش ہیں پھر بار بار اس سوال کو دہرانا کس
قدر بے حیائی و حشائی اور بے غیرتی ہے۔ یہی ناکہ میاں ہراتے رہے
ہیں ہاری ہی نہیں۔

اور آج بھی نامقلدین میں کوئی ایک بھی غیرت دار ہے تو امام اہلسنت کے
اس مبارک رسالے کا جواب لکھے۔ اور جب پورے گروہ میں کسی کے پس
کی بات نہیں تو سب جلدی تو بہ کر کے مقلد بنیں حنفی یا شافعی یا مالکی یا حنبلی۔
اور صرف ایک یہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ خاص وہابیہ غیر مقلدین کے
رد و ابطال میں مسئلہ تقلید اور دوسرے عقائد و احکام سے متعلق اعلیٰ حضرت
امام اہلسنت کے اور بھی کئی مبسوط و مفصل رسائل ہیں۔

خلا:

(۱) النهی الاکید عن الصلاة وراء عدی التقليد۔

(۲) النیرا الشہابی علی تدلیس وہابی

(۳) السہم الشہابی علی خداع الوہابی۔

(۴) الکوکبة الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ

و غیر ہا کتب امام اہلسنت اور دوسرے علماء اہلسنت کی سیکڑوں کتابوں کا جواب لکھے بغیر سوالات کو دہرائے جانا اور انہیں شائع کرتے رہنا ہے حیاتی نہیں تو حیا و شرم کا کونسا حصہ ہے۔

سوال: ظاہر ہے کہ چاروں اماموں کا وجود بہ حیثیت امام پہلی صدی میں نہ تھا بس پہلی صدی کے لوگ مقلد ہوئے یا غیر مقلد؟

جواب: اس کا جواب بار بار آچکا ہے۔ اور خوب اچھی طرح سمجھایا جا چکا ہے کہ تقلید کی ضرورت اس دور میں بر بنائے قرب عہد رسالت نہ تھی اور جیسے جیسے اس مبارک دور سے دوریاں بڑھیں۔ شریعت پر چلنے کے لئے ضرورتیں بھی بڑھتی گئیں انہیں ضرورتوں میں سے تقلید بھی ہے۔

آپ بتائیے کہ کیا پہلی صدی میں بخاری و مسلم تھیں؟ ترمذی و ابو داؤد تھیں؟ مصطلحات حدیث تھیں۔ قرآن کریم پر اعراب تھے کیا نحو و صرف لغت سیکھنے سکھانے کا رواج تھا؟ کیا قرآن کریم کے ترجمے تھے؟ پہلی صدی میں نہ ہونے کی وجہ سے ان سب چیزوں کو آپ چھوڑ دیئے پھر ہم سے پوچھئے کہ پہلی صدی میں تقلید تھی یا نہیں؟ اور چلتے چلتے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا ایک فرمان اور ملاحظہ کیجئے اپنی مشہور کتاب "عقد الجید" میں فرماتے ہیں:

اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كثيرة۔

جانتا چاہئے کہ ان چار مذاہب کو اختیار کرنے میں بہت بڑی مصلحت ہے اور ان سے گریز کرنے میں بہت بڑی خرابی ہے۔

(عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، ص ۳۷)

سوال: مجتہد کو بھی تقلید کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

جواب: جو مرتبہ اجتہاد پر قائل ہو یعنی اتنا علم رکھتا ہو کہ مسائل کا اجتہاد کر سکے اس کے لئے قرآن و حدیث کافی ہے اسے تقلید کی کوئی ضرورت نہیں مجتہد کو کتنا علم چاہئے۔ اس کی طرف ہم اشارہ کتاب کے شروع میں کر چکے ہیں۔ گزشتہ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ میں کوئی مستقل مجتہد فی الشرع پیدا نہ ہوا۔ البتہ ایک جماعت ایسی پائی جاتی ہے جس میں بزرگمرد خود ہر شخص مجتہد ہے۔

سوال: مقلد قرآن و حدیث سے دلائل پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: جو مسائل قرآن و حدیث میں صراحتاً مذکور ہی نہیں یا جن مسائل کے بارے میں احادیث مختلف آئی ہیں ان میں وہ دلیل قرآن و حدیث سے کیسے لائے گا؟ ان میں اس کے لئے اس کا امام کافی ہے۔ البتہ جو مسائل قرآن و حدیث سے ضرورہ صراحتاً ثابت ہیں۔ ان میں یقیناً قرآن ہی سے دلیل دے گا۔

سوال: مجتہد کسے کہتے ہیں کیا چودہ سو سال میں مجتہد صرف چار ہوئے؟

جواب: مجتہد کی تعریف کتاب کے شروع میں گزر چکی ہے مجتہد اور بھی بہت ہوئے لیکن ان کے مذاہب صحیفات آج مکمل و محبوب نہیں پائے جاتے لہذا ان کی تقلید کیسے کی جائے گی۔

پید کیے شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں:

ولیس مذهب فی هذه الازمنة المتاخرة بهذه
الصفة الالهذه المذاهب الاربعة۔
یعنی اب اس کے بعد والے زمانے میں اس انداز پر سوائے ان
چار مذہبوں کے کوئی مذہب نہیں پایا جاتا۔ (عقد الجید، ص ۳۷)
اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی جو آپ کے دھرم گرو ہیں وہ لکھتے ہیں:
ولا ننکر علی من قلدا احدا الاربعة دون غیرهم
لعدم ضبط مذاهب الغیر۔

یعنی ہم چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کے مقلد کو برا نہیں مانتے ہاں
جو ان چاروں کے سوا کسی اور کی تقلید کرے اس کو بُرا مانتے ہیں۔ چونکہ
اوروں کے مذہب محفوظ نہیں۔ (صيانة الانسان صفحہ ۳۸۲، مطبوعہ نجد)
سوال: ان چاروں اماموں کی تعلیم کیا بذریعہ وحی ہوئی وغیرہ ہفتوات آخر؟
جواب: وحی تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ کسی اور کے لئے شرعاً
محال یہ بات تو مسلمانوں کے بچے بھی جانتے ہیں۔ ایسا سوال آپ کی
بڑی نادانی و دریدہ دہنی ہے۔ البتہ ائمہ کرام کو علوم نبوی صحابہ و تابعین کے
ذریعہ پہنچے صلی اللہ تعالیٰ علی سیدہم وعلیہم اجمعین
ہمارا عقیدہ تو یہی ہے کہ وحی اصطلاحی صرف اور صرف خاصہ انبیاء ہے
لیکن آپ کی جماعتی کتابوں میں ضرور لکھا ہے کہ آپ کے مشائخ پر وحی
آتی تھی اور وہ براہ راست بغیر کسی وسیلے کے خدائے تعالیٰ سے فیض پاتے
تھے یہ دیکھئے آپ کے شاہ اسماعیل شہید اپنی تالیف "صراط مستقیم"
میں اپنے پیر و مرشد سید احمد رائے بریلوی کے متعلق فرماتے ہیں:
”یہاں تک کہ ایک دن حضرت حق جل وعلیٰ نے آپ کا داہنا ہاتھ خاص

اپنے دست قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امور قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع و بدیع تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا ہم نے تجھے ایسی چیز عنایت کی ہے اور چیزیں بھی عطا کریں گے۔ (صراط مستقیم، مرتبہ مولانا اسماعیل دہلوی، مطبع ادارہ الرشید دیوبند، ص ۲۲۱)

تھوڑا آگے چل کر یہی مولانا شاہ اسماعیل دہلوی اسی کتاب میں اپنے نہیں شیخ صاحب کی ایک مجلس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اس مجلس کے اختتام کے بعد کاتب الحروف (شاہ اسماعیل) کی طرف توجہ ہو کر فرمایا کہ آج حق تعالیٰ نے محض اپنی عنایت سے بلا واسطہ کسی کے نسبت چشتیہ کا اختتام ہمیں ارزانی کیا۔“ (صراط مستقیم، ۲۲۳)

اب بتائیے جماعت الہمدیث یہ آپ کے گھروں کی داستان کس قدر بھیا تک ہے یہ خدائے تعالیٰ سیوح و قدوس کی طرف سے سید احمد رائے بریلوی کے ہاتھ کو ہاتھ میں لے کر امور قدسیہ کی بارش برسانی اور یہ بلا واسطہ رب قدیر کی جانب سے نسبت چشتیہ کی ارزانی یہ سب کیا ہے۔ آخر اور کسی چیز کو تھوڑی کہتے ہیں وحی ربانی، بلکہ یہاں تو جناب جبرئیل امین کو بھی نظر انداز کر دیا۔ بلا واسطہ اور ہاتھ میں ہاتھ لے کر اللہ تعالیٰ سے بات چیت ہوتی ہے۔ (نعوذ باللہ من الکاذبین)

اہلحدیث مولوی کی سوالات دہرانے کی عادت

الحمد للہ! جماعت اہلحدیث کے سارے سوالات کا جواب مکمل و مدلل ہم نے دیا ہے۔ کتابچے میں بہت سے سوالات بار بار ذکر کر کے نمبر کا عدد بڑھانے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً سوال نمبر ۷ میں لکھتے ہیں اگر چاروں اماموں سے پہلے تہلیل جاری تھی یا نہیں اور تھی تو کس کی؟ پھر نمبر ۸ میں لکھتے ہیں کہ اگر چاروں اماموں سے پہلے تہلیل جاری تھی تو کس امام کی تہلیل جاری تھی اور پھر سوال نمبر ۹ میں ہے کہ چاروں اماموں سے پہلے جس امام کی تہلیل جاری تھی اس کا نام کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔ ناظرین خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ سوالات لکھنے کا کیا بچکانہ انداز ہے۔ اور بھی متعدد جگہ سوالات کو دہرا کر خواہ مخواہ کاغذ کالے کئے ہیں جو ایک مذاق سی معلوم ہوتی ہے۔

سوال نمبر ۲۲ میں ہے مقلد قرآن و حدیث کا مطلب سمجھ سکتا ہے یا نہیں اصول و فقہ کی کتابوں میں بھی ہے کہ مقلد قرآن و حدیث سے دلیل لے لی نہیں سکتا۔ پھر اسی کے آگے سوال نمبر ۳۳ میں ہے مقلد قرآن و حدیث سے دلیل پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

بہر حال ہم اپنا کام انجام کو پہنچا چکے کوئی سوال ایسا نہیں بتایا جاسکتا کہ جس کا جواب ہمارے بیانات سے ظاہر نہ ہو گیا بلکہ بعض وہ شبہات بھی رفع کر دیئے گئے ہیں جہاں ان کا وہم و گمان بھی نہ پہنچا ہو۔ اب ہمیں قبولیت حق کا انتظار ہے اور ان کے سارے سوالات کا جواب مثانی و کافی لکھنے کے بعد اب ہم بھی منکرین تہلیل سے کچھ سوالات کر رہے ہیں۔ ملاحظہ ہوں۔

جماعت الہادیث منکرین تقلید سے

چند سوالات

ان میں کافی سوالات تو وہ ہیں جو اس کتاب میں جواب لکھتے وقت ضمناً آگئے ہیں لیکن یہاں ان کا ہم اعادہ کر دیں گے تاکہ ہمارے سوالات کا جواب لکھنے میں انہیں آسانی ہو اور تلاش کرنے کی زحمت نہ ہو۔

(۱) آپ لوگوں نے اپنے فرقے گروہ اور پارٹی کا نام الہادیث کیوں رکھا؟
یعنی جب آپ کی پارٹی وجود میں آئی تھی تو آپ نے اس کا نام اہل قرآن و حدیث کیوں نہیں رکھا تاکہ قرآن و حدیث دونوں پر عمل ظاہر ہو یہ کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ حدیث والا ہونے کے لئے قرآن والا ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن والا ہونے کے لئے حدیث والا ہونا بھی ضروری ہے تو پھر صرف اہل قرآن پر اکتفاء کیوں نہیں کیا۔ حالانکہ قرآن مرتبے میں حدیث سے بڑھ کر ہے۔

(۲) آپ لوگ ہر بات کی دلیل صرف قرآن و حدیث سے مانگتے ہیں تو قرآن و حدیث سے ثابت کیجئے کہ خود کو اہل حدیث کہلوانا کہاں آیا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں اہل حق کو مسلمان اور مومن کہا جاتا تھا یا الہادیث؟

(۳) تاریخ گواہ ہے کہ آپ کے مذہب یعنی انکار تقلید کی بنیاد اب سے دو سو سال

طلبہ صحت؟

قبل مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی تھی تو اس سے پہلے کے کروڑوں اہل اسلام کیا باطل پرست تھے؟ اگر نہیں تو آپ کا مذہب مکمل باطل ہو یا نہیں؟
(۴) مولوی اسماعیل دہلوی، میاں نذیر حسین دہلوی، صدیق حسن خاں بھوپالی اور ثناء اللہ امرتسری یہ سب ادھر دو سو سال کے اندک کے ہیں اور ہندوستان میں اسلام کو آئے ہوئے گیارہ بارہ سو سال ہو گئے تو آپ کے ان مولویوں سے قبل ہزار یا نو سو سال میں جو ہزاروں علماء ہوئے وہ سب مقلد تھے یا غیر مقلد۔ اگر وہ تقلید کے مخالف تھے تو بتائیے ان میں سے کس کس نے تقلید شخصی کی مخالفت میں کون کون سی کتاب لکھی ہے۔ اور ان کتابوں کے مصنفین کے نام کیا ہیں؟ ذرا تفصیل سے جواب لکھئے گا۔

(۵) دور عالمگیری میں بادشاہ محی الدین حضرت اورنگ زیب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیر نگرانی دسر برابری میں فقہ حنفی پر مشتمل ہندوستان کا آئین بنام فتاویٰ ہندیہ یا فتاویٰ عالمگیری یہ تیار کیا گیا تھا اور اس میں ہندوستان کے چوٹی کے تقریباً سارے علماء شریک و معاون تھے۔ یہاں تک کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب بھی اس علماء کمیشن کے ایک اہم رکن تھے۔ تو اس وقت آپ کی، حنفیت اور تقلید کی مخالفت جماعت کہاں تھی؟ تھی بھی یا نہیں اور اگر تھی تو وہ کہاں سورہی تھی؟ اور اس دور میں ہندوستان کے یہ سارے علماء مع بادشاہ کے گمراہ تھے یا راہیاب؟

(۶) آپ کی الہدیت پارٹی کے ممدوح و محمود، مقصود و مطلوب شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی حنبلی مقلد ہیں اس کا اقرار خود آپ لوگوں کو بھی ہے یہاں تک کہ اسی پیش نظر کتابچے پر تقدیم پیش کش لکھنے والے مشہور و معروف الہدیت عالم و مصنف مولوی رضاء اللہ صاحب عبدالکریم مدنی نے بھی یہ

اقرار کیا ہے اپنی تصنیف ”مسئلہ قرأت کی حقیقت“ میں شیخ کے مقلد ہونے پر بڑی سرت کا اظہار کیا ہے بلکہ جو ان کو مقلد نہ مانے اس کا رد و بطلان کیا ہے۔ اور شیخ کے لڑکے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کے حوالے سے شیخ کی ایک کتاب کا اقتباس یہاں نقل کیا ہے۔ میں مدنی صاحب کا کیا ہوا ترجمہ نقل کر رہا ہوں۔

ملاحظہ فرمائیے!

”یعنی بلاشبہ ہمارا مذہب اصول دین میں اہلسنت والجماعت کا مذہب ہے اور ہمارا طریقہ سلف کا طریقہ ہے اور ہم بھی فروع میں امام احمد بن حنبل کے مذہب پر ہیں۔ چاروں اماموں میں سے ایک کی تقلید کرنے والے پر ہم نکیر نہیں کرتے ہاں ان کے علاوہ جو لوگ غیردوں کی تقلید کرتے ہیں تو چونکہ ان کے مذہب مدون و مضبوط نہیں ہیں جیسے روافض زیدیہ اور امامیہ اور ان کے مثل تو ہم ان کو ان کے مذہب کی کسی بات پر عمل کرنے کی اجازت ان کے مذہب فاسد ہونے کی بناء پر نہیں دیتے بلکہ ان کو ائمہ اربعہ (چاروں اماموں) میں سے کسی ایک کی تقلید پر مجبور کرتے ہیں۔“

(میلۃ الانسان ص ۵۸۲، مطبوعہ ریاض، بحوالہ مسئلہ قرأت کی حقیقت)،

ص: ۵۱، مطبوعہ دارالہکم، چھا، ضلع بریلی،)

شیخ کا یہ بیان نقل کرنے کے بعد اہل حدیث عالم مولوی مدنی صاحب آگے لکھتے ہیں:

یہ عبارت اور اس جیسی دسیوں شہادتیں شیخ کی کتابوں میں ملتی ہیں جو صریحاً اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ شیخ امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے۔

تقلیدیں ضروری ہیں؟

پتہ نہیں کوئی شراب کے نشے میں تھے مولانا مدنی صاحب جس وقت یہ سب نقل کر رہے تھے۔ کیا بھولا پن ہے۔ قربان جائیے کیسی سادگی ہے؟ کہ اپنے گھر کی سب پول کھولے دے رہے ہیں اور نامقلد ہو کر بھی اپنے دھرم گرو کے مقلد اور پکے مقلد ہونے بلکہ اپنے قبعین کو کسی امام کی تقلید پر مجبور کرنے والے تقلید کے عاشق و دیوانہ ہونے کا صاف اعلان ہی نہیں بلکہ اس کو انہیں کی کتابوں کے حوالے سے مزین و مبرہن فرما رہے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی باوجود مقلد ہونے کے آپ کے لئے قابل تعریف و ستائش ہیں۔ آپ کے محبوب و معشوق مطلوب و مقصود ہیں۔ تو پھر بچارے عوام مسلمین مقلدین نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ ان کے پیچھے آپ ہاتھ دھو کر کیوں پڑے؟ یہ تقلید کے اوپر اعتراضات کرنے اور سوالنامہ شائع کرنے کی ضرورت کیوں درپیش آئی؟

تقلید کرنے والے حنفیوں، شافعیوں، مالکیوں، حنبلیوں کے خلاف طوفان کھڑا کرنے والو اور تقلید شخصی کو بدعت و گمراہی بتانے والو اگر ذرا بھی شرم ہے تو بتاؤ کیا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی، بدعتی و گمراہ اور جہنمی تھا کیونکہ حدیث شریف میں ہر بدعت کو گمراہی اور ہر گمراہی کو جہنم میں فرمایا گیا ہے تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بدعتی جہنمی ہونے کا اعلان کرو۔ کیوں وہ مقلد تھا خود کو حنبلی کہتا تھا جس کا اقرار آپ لوگوں کو بھی ہے۔ یہ مت کہہ دینا کہ ہم اس کے بھی پیروکار نہیں ہے یہ بتاؤ کہ وہ مقلد ہو کر بدعتی تھا کہ نہیں؟

(۷) موجودہ سعودی کی حکومت اور اس کے ذمے دار علماء اور ائمہ مساجد خاص کر مسجد حرام اور مسجد نبوی کے امام مقلد ہیں یا غیر مقلد۔ اگر وہ غیر مقلد

ہیں تو ان کی کتابوں اخبارات و رسائل سے ان کے غیر مقلد ہونے کا ثبوت دیتے اور وہ مقلد ہیں تو ان کے بدعتی اور جہنمی ہونے کا اعلان کیجئے اور ان کے خلاف فتویٰ شائع کیجئے ورنہ ہم یہ سمجھیں گے کہ چونکہ آپ کو وہاں سے بھاری بھاری رقمیں حاصل ہوتی ہیں اس لئے وہ مقلد ہو کر بھی آپ کے آقا و مولیٰ و ماویٰ بنے ہوئے ہیں اور بچارے غریب ہندوستانی عوام مقلدین کو آپ نے خواہ مخواہ پریشان کر رکھا ہے انہیں آپ تقلید کی وجہ سے بدعتی اور جہنمی کیوں کہتے رہتے ہیں اور تقلید شخصی پر اعتراضات اور یہ سوالنا ہے آپ یہاں کیوں شائع کر رہے ہیں ان کو سعودی عرب میں کیوں تقسیم نہیں کر رہے ہیں۔ اور یہ بھی بتائیے کہ سعودیہ عربیہ خاص کر حرمین شریفین کی مسجدوں میں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھی جاتی ہیں یا آٹھ اور جمعہ کے لئے اذانیں دو ہوتی ہیں یا ایک۔

(۸) تقلید اور عدم تقلید یعنی مقلد اور غیر مقلد ہونے کا اختلاف اصولی ہے یا فروعی اگر یہ اختلاف اصولی ہے یعنی مقلدین سب کے سب گمراہ ہیں۔ اسلام سے خارج ہیں تو سارے مقلدین جو ہوئے اور جو ہیں ان سب کے بارے میں خاص کر شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کے گمراہ و اسلام سے خارج ہونے کا اعلان کرو۔ اور اگر یہ اختلاف فروعی ہے یعنی کوئی خاص بات نہیں بلکہ ہلکا پھلکا معاملہ ہے اور دونوں فریق صحیح ہیں اور دونوں ہی جنت کے حقدار ہیں تو پھر آپ مقلدین کو بدعتی کیوں کہتے ہیں اور آپ کے نمائندے گاؤں گاؤں، محلے محلے مقلدین میں گھس گھس کر خرافات کیوں پھیلاتے ہیں۔ تراویح آٹھ ہیں یا بیس؟ رفع یدین آمین بالجہد اور قرأت خلف الامام کے مسائل میں لوگوں سے جھگڑا کیوں کرتے ہیں

اورنا مقلدیت کا پرچار کیوں کرتے ہیں۔

حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی کا اختلاف فروغی ہے۔ یعنی سب ایک دوسرے کو حق پر خیال کرتے ہیں۔ تو کہیں سنا کہ کوئی حنفی شافعیوں میں یا حنبلی مالکیوں میں گمراہ اپنے مسلک کا پرچار کرتا ہو یہاں تک کہ نوبت جھگڑے تک کی آئی ہو؟ فروغی اختلاف تو یہ ہے کہ جب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئے تو انہیں کے مسلک کے موافق وہاں نماز پڑھی۔ اس واقعے کو شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی ”الانصاف“ صفحہ ۲۸ پر نقل فرمایا ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے:

وصلی الشافعی رحمة الله تعالى عليه قريباً من

مقبرة ابي حنيفة فلم يقنت تادباً معه.

(۹) آپ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کافی ہے کسی امام کی تقلید کو قرآن و حدیث کی نافرمانی اور اس پر زیادتی بتاتے ہیں۔ تو جب قرآن و حدیث کافی ہے تو آپ کے مولوی کتابیں کیوں لکھتے ہیں رسائل و جرائد کیوں چھاپتے، بانٹتے اور بیچتے ہیں۔ شاید آپ فرمائیں ہمارے مولوی کتابیں قرآن و حدیث کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے لکھتے ہیں تو پھر مقلدین ائمہ کو بھی یہ کہنے دیجئے کہ ہم بھی ائمہ کرام کی تقلید قرآن و حدیث کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے کرتے ہیں اور بیشک تقلید ائمہ قرآن و حدیث کو صحیح معنی میں سمجھنے اور اس تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کے نزدیک مشائخ ملت اکابر اُمت کی تصنیفات ہدایہ، فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ عالمگیری، تو ہدیت ہو جائیں اور آپ کے مولویوں کی معیار الحق

اور فتاویٰ ثنائیہ، فتاویٰ نذیریہ، مبین قرآن و حدیث ہو جائیں۔
پہلے اپنے مولویوں کی کتابیں چھاپتا، چھتا، پڑھنا، پڑھانا بند کرو۔ تاکہ
بھول آپ کے قرآن و حدیث کے علاوہ کسی کی ضرورت نہ رہے پھر ہم
سے کہو کہ آپ لوگ امام اعظم و شافعی و مالک و احمد بن حنبل کی تقلید کیوں
کرتے ہو؟

اور اگر آپ یہ کہیں کہ ہم اپنے علماء و ائمہ کی کتابوں سے انہیں چیزوں پر
عمل کرتے ہیں جو قرآن و حدیث کے موافق ہیں تو خدا را یہ بتائیے کہ
جب آپ کی جماعت کا ہر شخص اتنا علم رکھتا ہے جو مولویوں کی کتابوں میں
یہ دیکھ سکے اور پرکھ سکے کہ کون سی بات قرآن و حدیث کے موافق ہے اور
کون سی مخالف تو پھر اس کو ان مولویوں کی کتابوں کی ضرورت ہی کیوں
رہے گی۔ سیدھے سیدھے قرآن و حدیث ہی کیوں نہیں پڑھتا۔

اور آپ کے یہ کہنے کے ساتھ ساتھ کہ ہم اپنے مولویوں کی کتابوں سے
صرف وہی بات مانتے ہیں جو قرآن و حدیث کے موافق ہیں آپ کو
اپنے مولویوں کی کتابوں کی ان باتوں کی ایک فہرست بھی مرتب کر کے
شائع کرنا چاہئے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہیں تاکہ قوم گمراہی سے
محفوظ رہے اور یہ کام آپ کو بہت پہلے ہی کر دینا چاہئے تھا اور جب اپنے
مولویوں کی غلط باتوں کو آپ میدان میں نہیں لائے تو بتائیے کہ کیا آپ
کے مولوی پیغمبروں کی طرح خطا و غلطی سے محفوظ تھے کہ انہوں نے جو
کچھ لکھا سب حق و درست خطا سے پاک لکھا اور جب آپ کے مولوی
خطاؤں سے پاک ہیں تو ہم اگر امام اعظم کی تقلید مسائل فروجیہ اجتہادیہ
میں آنکھ بند کر کے کر رہے ہیں تو آپ کو اس پر اعتراض کیوں؟

خلاصہ یہ کہ مکرین تقلید پہلے اپنے مولویوں کی تمام کتابیں جلائی
الادطار، معیار الحق، فتاویٰ نذیریہ، فتاویٰ ثنائیہ، تقویۃ الایمان وغیرہ
آگ میں جلائیں اور چھاپنا، بیچنا بند کریں۔ اس کے بعد ہم سے ظاہر
الروایہ قدوری، کنز الدقائق، ہدایہ، فتح القدیر، درمکار، شامی، عالمگیری،
فتاویٰ رضویہ، وبہار شریعت وغیرہ کے بارے میں بات کریں کہ قرآن
وحدیث کے ہوتے ہوئے تم لوگ انہیں کیوں پڑھتے ہو۔

یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ کے مولویوں کی کتابیں، رسائل جرائد
چھاپے جائیں، بیچے جائیں، پڑھے جائیں، عمل کئے جائیں تو آپ کو
قرآن وحدیث کا دھیان نہ آئے اور جب علمائے احناف وشوافع، مالکی
وحنبلی حضرات کی کتابیں پڑھی جائیں تو آپ کو قرآن وحدیث یاد آتا
ہے اور جکتے ہیں کہ قرآن وحدیث ہمیں کافی ہے اور کسی کتاب یا کسی امام
کی ضرورت نہیں۔

(۱۰) آپ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہمارے مولویوں کی کتابیں بھی
سند نہیں ہیں یعنی ان کتابوں سے بھی ہمارے لئے دلیل نہیں لائی
جاسکتی۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کے نزدیک کسی کے ممدوح و محمود اور
لائق ستائش و تعریف اور قابل مذمت ہونے کا معیار کیا ہے یعنی کیا وجہ
ہے کہ آپ کسی کی تعریف کرتے اور کسی کی برائی کرتے ہیں۔ مثلاً مولوی
اسامیل دہلوی کی تعریف میں آپ زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہیں
اور اعلیٰ حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کو
گالیاں دینا آپ کا مذہب بن گیا ہے حالانکہ ان کی ہر بات سے تو آپ
کو کئی اختلاف ہیں ہے ہزاروں عقائد و مسائل ایسے ہیں جو آپ کے

نزدیک بھی انہوں نے صحیح لکھے ہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کی فرضیت، جوئے، شراب، مردار اور خون و سحر کی حرمت۔

قادیانیت اور رافضیت و چکڑ الویت کا رد و ابطال وغیرہا بے شمار باتوں میں آپ کو ان سے اتفاق ہے، تو اعلیٰ حضرت، کی بھی آپ کو تعریف و توصیف کرنا چاہئے تھی اگرچہ جو باتیں ان کی آپ کی سمجھ کے خلاف تھیں ان کو نہ مانتے لیکن آپ ان کے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گئے اور پوری ایک کتاب بنام ”بریلویت“ ان کی تنقیص و توہین میں لکھ کر چھاپ دی۔ جب کچھ باتیں غلط اور کچھ صحیح لکھنے اور بتانے والا بھی آپ کے نزدیک لائق تعریف ہے تو علماء بریلی کو آپ نے کیوں چھوڑا اور ہر بات میں سوائے خدا اور رسول کے کوئی معتبر نہیں تو دہلوی، امرتسری، قنوجی، اپنے مولویوں کو آپ نے کیوں امام بنا رکھا ہے یعنی ان مولویوں کو آپ نے سب صحیح کی بنیاد پر مانا ہے یا کچھ غلط اور کچھ صحیح کی بنیاد پر؟

ذرا وضاحت کے ساتھ جواب دیجئے!

(۱۱) چودہ سو سال کے اس عرصے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد امت مسلمہ میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے ہیں کہ نہیں؟ کہ قرآن و حدیث کے معاملے میں جن پر اعتبار کیا جائے اور ان کے علم و عمل تقویٰ و طہارت کی بنیاد پر امت کے پڑھے پڑھے مسلمان ان کی باتوں پر یہ سوچ کر اعتبار و بھروسہ کریں کہ یہ اچھے بھلے قابل عالم لوگ ہیں یہ ہمیں جو کچھ بتائیں گے خدا اور رسول کی ہی بات بتائیں گے۔ اگر ایسے کچھ آپ کی نظر میں ہیں تو ان کے نام بتائیے اور اگر نہیں تو اعلان کیجئے کہ امت محمدی معاذ اللہ حاکم و تعالیٰ جموں کی

ظہیر الدین

امت ہے اس پوری اُمت میں کوئی بھی قابل اعتبار شخص نہیں؟
اور خود اپنے مولویوں ابن قیم ابن تیمیہ قاضی شوکانی، اسماعیل دہلوی، غازی
حسین دہلوی، صدیق حسن بھوپالی، ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں بھی
اعلان کیجئے کہ یہ سب ناقابل اعتبار لوگ ہیں۔

یہ کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ معصوم، بے خطا کوئی نہیں یہ بتائیے کہ قابل
اعتبار کوئی ہے یا نہیں یعنی یہ بتائیے کہ ایسا کوئی ہے یا نہیں کہ جس کی
پیروی سے خدا و رسول تک پہنچا جاسکے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ فِيْ الْاَوَّلٰی وَالْاٰخِرَةِ وَصَلٰی اللّٰہِ عَلٰی
سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ

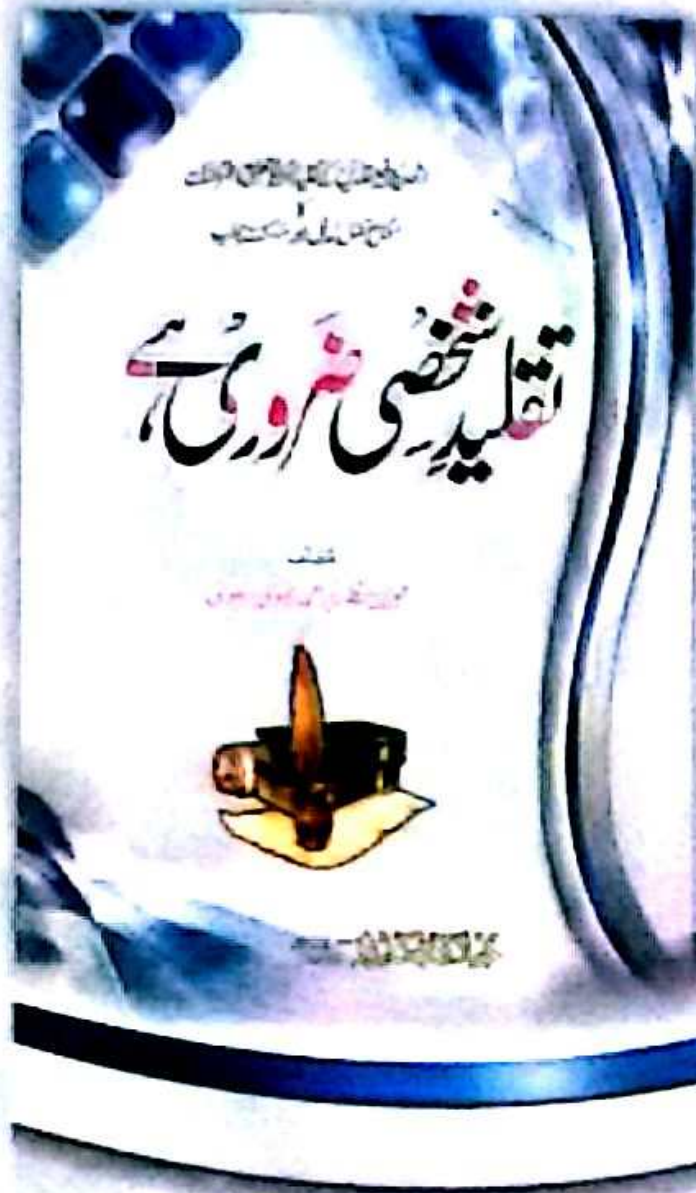
حزبہ اجمعین

☆☆☆☆☆

☆☆☆



TAQLEED SHAKHSI ZARURI HAI



JILANI BOOK
DEPOT

1229/CHOORI WALAN JAMA MASJID
DELHI-06 MOB-9212346577,9350046577

RS.

60/-

ataunnabi@gmail.com



BLANK CONTACT

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>